بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت مجالس علمیہ

(باہتمام حوزۂ نقشبندیہ، لاہور)

مرتبہ
محمد عالم مختار حق
(سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

ناشر
حوزۂ نقشبندیہ
کاشانۂ شیر ربانی، مکان نمبر ۵، اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ، داتا گنج بخش لاہور
فون: 042-37313356-056-2591054
www.sher-e-rabbani.com

Marfat.com

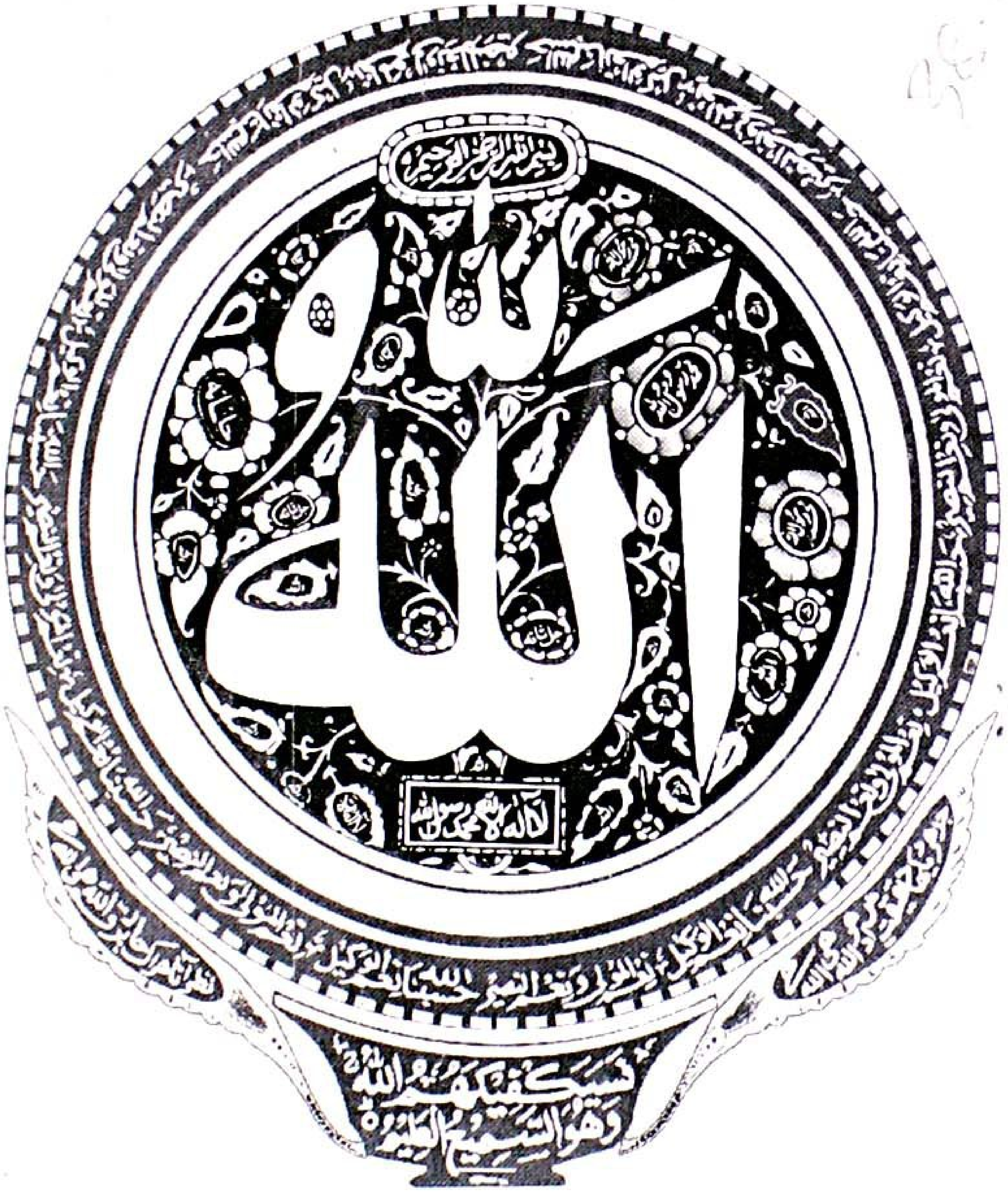

یہ قطعہ:

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجدّدی

نے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا۔

Marfat.com

38 869
8226

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت مجالس علمیہ

(باہتمام حوزۂ نقشبندیہ، لاہور)

مرتبہ

محمد عالم مختار حق
(سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

ناشر
حوزۂ نقشبندیہ
کاشانہ شیر ربانی، مکان نمبر ۵، اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ، داتا گنج بخش لاہور
فون: 042-37313356-056-2591054
www.sher-e-rabbani.com

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات حوزۂ نقشبندیہ

۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : ہفت مجالس حوزۂ نقشبندیہ

81710

مرتبہ : محمد عالم مختار حق

پروف ریڈنگ : محبوب عالم تھابل

کمپوزنگ : محسن علی، حافظ ظہیر، محمد بلال، مظہر منیر

مطبع : شفیق احمد شاکر پرنٹر، کچا رشید روڈ عقب دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور

تعداد : ۵۰۰

اشاعت : ستمبر ۲۰۰۹ء

قیمت : ۳۰ روپے

ناشر

حوزۂ نقشبندیہ

کاشانہ شیر ربانی، مکان نمبر ۵، اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ، داتا گنج بخش لاہور

فون: 042-37313356-056-2591054

www.sher-e-rabbani.com

Marfat.com

ذخیرہ
کتب خانہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی لاہور پاکستان

اظہاریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہست صلائے سر خوان کریم (مولانا جامی)

حضرات گرامی!

حوزۂ نقشبندیہ کا قیام حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کی مساعی جمیلہ سے اپریل ۲۰۰۳ء میں عمل میں لایا گیا۔ ابتداءً اس کی ہفتہ وار نشست پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کی رہائش گاہ B-196 سبزہ زار سکیم ملتان روڈ لاہور یا پھر میاں صاحب کے خادم الحاج چودھری خوشی محمد[1] کے دفتر 198 ملتان روڈ نزد شاہ نور سٹوڈیو لاہور میں منعقد ہوتی رہی۔ تا آنکہ چودھری صاحب مورخہ 9 نومبر 2006ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور تب سے ان کے یہاں علمی مجالس کا انعقاد معطل ہو گیا۔ ہم انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

مئی 2005ء میں حضرت میاں صاحب کمر کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے جس سبب ہفتہ وار نشستیں تعطل کا شکار ہو گئیں تاہم میاں صاحب نے اس عذر کو اپنے عزم راسخ (Will Power) کی بنا پر اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا اور وہ لشتم پشتم واکر کے سہارے راقم کی رہائش گاہ شہاب ٹاؤن بند روڈ لاہور بھی تشریف لاتے ہیں اور اپنے آئندہ کے لائحہ عمل اور اہل دانش وبینش کے ساتھ علمی مجالس کے انعقاد کے سلسلے میں اپنے مشورہ میں مجھے بھی شامل ہونے کی سعادت بخشتے ہیں۔ میاں صاحب کی اس معذوری پر ہماری لاکھوں تنومندیاں قربان کہ انہوں نے اپنے کاموں کی تکمیل کے سلسلے میں اس عذر کو آڑے نہیں آنے دیا۔

خوشا رندے کہ پامالش کنم صد پارسائی را　　زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار می رقصم

---

[1] الحاج چودھری خوشی محمد مرحوم میاں صاحب کے خاص منظور نظر نیاز مندوں میں سے تھے۔ آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف کے بھی خدمت گزار تھے اور بالخصوص حوزۂ نقشبندیہ کی مجالس کے انعقاد کے سلسلے میں تمام انتظامی امور واخراجات (مع خورونوش) خندہ پیشانی سے برداشت کرتے انہوں نے ''حاجی خوشی محمد چودھری ٹرسٹ'' بھی قائم کیا جس کے تحت مسجد یارسول اللہ اور ایک تعلیمی درسگاہ جامع شیخ الاسلام باحسن طریق اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ادارہ ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہے۔

Marfat.com

میاں صاحب اس معذوری کے زمانہ میں بھی بمصداق

گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

اپنے پروگرام سے غافل نہیں رہے۔ انہوں نے وقتاً فوقتاً اصحاب علم وفضل کو مختلف موضوعات پر دعوت خطاب کا عمل جاری رکھا۔ ان علمی مجالس کا انعقاد زیادہ تر ''بیت النور'' جی۔69 احمد بلاک جوہر ٹاؤن لاہور میں ہوا اور مہمان خصوصی بننے کا اعزاز بھی عام طور پر ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) کے حصے میں آیا۔ جس کا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ میاں صاحب کے پسندیدہ موضوع ''برصغیر پاک و ہند میں خانقاہی نظام کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' پر کام کر رہی ہیں اور اسی سلسلہ میں وہ وقتاً فوقتاً پاکستان تشریف لاتی ہیں اور میاں صاحب ان سے استفادے کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیتے۔ موصوفہ بھی نہایت خندہ پیشانی سے میاں صاحب کی دعوت کو قبول کرتی ہیں اور اس دوران میں ہونے والے کام کی رفتار کا جائزہ بھی پیش کرتی ہیں۔

اس دوران میاں صاحب نے روزنامہ نوائے وقت لاہور کے مشہور اور دبنگ کالم نویس جناب اجمل نیازی صاحب کو بھی دعوت خطاب دی تھی جسے انہوں نے شرف قبولیت بخشا مگر عین وقت پر ان کے والد کی طبیعت ناساز ہو جانے کے سبب انہوں نے معذرت کر دی اور میاں صاحب کو پروگرام منسوخ کرنا پڑا اور یوں ان کے ارشادات کے استفادہ سے ہم محروم رہ گئے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مجددی (م 28-4-2008) نے بھی آپ کی دعوت پر ''بیت النور'' میں 3 دسمبر 2007ء کو اپنے خیالات عالیہ سے نوازا۔ اس عرصہ میں جو علمی مجالس منعقد ہوئیں ان کا مختصر گوشوارہ پیش خدمت ہے۔ یاد رہے کہ ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۵ء تک کی روداد یں علیحدہ کتابچوں کی شکل میں پہلے ہی شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ 23-01-2006 بمقام شرقپور شریف، مہمان خصوصی ساجدہ علوی صاحبہ

۲۔ 30-01-2006 بمقام بیت النور، مہمان خصوصی ساجدہ علوی صاحبہ

۳۔ 19-12-2006 بمقام بیت النور، مہمان خصوصی ساجدہ علوی صاحبہ

۴۔ 03-12-2007 بمقام بیت النور، مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۵۔ 21-2-2009 بمقام بیت النور، مہمان خصوصی ساجدہ علوی صاحبہ

Marfat.com

۶۔ 25-02-2009 بمقام بیت النور، مہمان خصوصی ساجدہ علوی صاحبہ

۷۔ 26-05-2009 بمقام پنجاب یونیورسٹی لائبریری، قائداعظم کیمپس، لاہور

میاں صاحب نے اس عرصہ میں جو کم وبیش چار سالوں پر محیط ہے سات علمی مجالس کا انعقاد کیا۔ ان مجالس میں سے ایک کی روداد (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد) تو چھپ گئی تھی بقیہ مجالس کی رودادیں ٹیپ ریکارڈر کی عدم دستیابی یا فنی خرابی کے سبب درست ریکارڈ نہ ہو سکیں اور اب میاں صاحب نے ان مجالس کو ضبط تحریر میں لانے کے عندیہ کا اظہار کیا تا کہ یہ علمی باتیں ہوا میں ہی تحلیل ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ انہیں آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا جائے۔ 2006ء میں میری دونوں آنکھوں میں موتیا بند کے آپریشن کے سبب میرے لیے ممکن نہ تھا کہ میں مجالس کی کارروائی قلمبند کر سکتا یا مجالس میں شرکت کر سکتا۔ البتہ مجھے خوشی ہے کہ عزیز محترم جناب سید جمیل احمد رضوی سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ان مجالس کی کارروائی شغلاً از خود قلمبند کرتے رہے اور اب وقت پڑنے پر انہوں نے بلا حیل و حجت مطلوبہ سرمایہ "سپردم بتو مایہ خویش را" کہہ کر راقم کے سپرد کر دیا جس کا اظہار متعلقہ مقامات پر بھی میں نے کر دیا ہے اور مجموعی طور پر یہاں بھی۔ بہر حال ان کے احسان پر ممنونیت ریز شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسی طرح عزیز محترم جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے بھی میری گزارش پر مسودہ کے بعض حصوں پر نظر ثانی فرمائی اور نہایت مفید مشوروں سے نوازا بلکہ بعض از یاد رفتہ نہایت قیمتی معلومات کا اضافہ کر کے میرے کام کو باثروت بنا دیا۔

المنۃ للہ کہ در میکدہ باز است

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کا سایہ ہماپایہ ہمارے سروں پر تا دیر سلامت با کرامت رکھے تا کہ ہم ان کے روحانی فیوض و برکات سے استفاضہ واستفادہ کرتے رہیں۔

یارب ایں آرزوے مراچہ خوش است   تو زود مرا بایں آرزو برساں

آمین بجاہ نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد عالم مختار حق

26/08/09

Marfat.com

مجلس اول

بمقام شرقپور شریف بتاریخ ۲۳ جنوری ۲۰۰۶ء

انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) کی پروفیسر ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ لاہور تشریف لائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار جناب محمد معروف احمد (ایڈیٹر سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ و روزنامہ شیر ربانی لاہور) سے کیا، چنانچہ یہ ملاقات موصوف کی وساطت سے آج شرقپور شریف میں ہونا قرار پائی۔ راقم الحروف موتیابند کے آپریشن کے باعث اس تقریب میں شامل نہ ہوسکا البتہ یہ خوش بختی کی بات ہے کہ محترم جناب سید جمیل احمد رضوی (سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور) نے اپنے روزنامچہ میں اس نشست کی جھلکیاں محفوظ کر رکھی تھیں جو میرے کام آگئیں۔ لہذا اس نشست کی روداد موصوف ہی کی قلمبند کردہ خوانندگان گرامی کی خدمت میں ان کے ممنونیت ریز شکریہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔

ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کی فرمائش پر معروف صاحب نے میاں جمیل احمد شرقپوری سے ملاقات کا وقت آج 23 جنوری 2006ء بروز سوموار 12 بجے دوپہر کے قریب طے کیا تھا۔ حسب پروگرام علیم تفضل (اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایجوکیشن) گاڑی لے کر ساڑھے دس بجے میری طرف آگئے۔ میں اور علیم صاحب دونوں ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کی رہائش گاہ پر گیارہ بجے پہنچ گئے۔ ہم تینوں لاہور سے شرقپور شریف کے لیے روانہ ہوگئے اور قریباً پونے بارہ بجے وہاں پہنچ گئے۔ صدر دروازے میں داخل ہوئے تو معروف صاحب ملے۔ وہ ہمیں اندرونی دروازے سے میاں صاحب کے کمرے (ڈرائنگ روم) میں لے گئے وہاں پہلے سے شیراز فیض بھٹی (ایڈووکیٹ) موجود تھے۔ قبلہ میاں صاحب بھی تشریف فرما تھے میڈم صاحبہ سے کہنے لگے کہ اس

Marfat.com

مٹھائی کی کیا ضرورت تھی۔ پیچھے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہم ان کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مجھے دیکھ کر میاں صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ معروف صاحب اور شیراز صاحب فرش پر ہی بیٹھے رہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے میاں صاحب کی مزاج پرسی کی۔ فرمانے لگے کہ کافی عرصے سے بیمار ہوں گردوں کا عارضہ رہا دل کا بھی۔ میڈم نے کہا گردے تو اب ٹھیک ہیں؟ فرمانے لگے ہاں میاں صاحب نے معروف صاحب سے کہا کہ میری میڈیکل رپورٹیں ڈاکٹر صاحبہ کو دکھائیں۔ انہوں نے کہا میں میڈیکل ڈاکٹر تو نہیں ہوں۔ میاں صاحب نے کہا کہ آپ کے نام کے ساتھ ڈاکٹر تو لگا ہوا ہے نا۔ بہرحال معروف صاحب نے میاں صاحب کی رپورٹیں نکالیں۔ میڈم نے پوچھا کہ آپ کو ہارٹ اٹیک بھی ہوا تھا معروف صاحب نے کہا کہ ہاں میاں صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھا وہ اس وقت (غالباً 2001ء میں) چوتھے سال میں پڑھتا تھا اس نے رپورٹیں دیکھ کر کہا تھا کہ ایسا مریض تو بچتا نہیں ہے۔ اس کا خیال تھا کہ آپکا دل 42 فیصد کام کرتا ہے لیکن جب دل کے ماہر ڈاکٹر نے چیک کیا تو تعجب سے کہا کہ 72 فیصد کام کر رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ ایسے مریض کے لیے پیدل چلنا ضروری ہوتا ہے۔ معروف صاحب نے کہا کہ چلنے سے میاں صاحب کو تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔ میڈم نے کہا کے ڈاکٹر کے مشورے سے پہلے تھوڑا چلیں پھر اس میں وقت کا اضافہ کرتے جائیں اس طرح صورت حال بہتر ہوتی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ میرے شوہر (ڈاکٹر صابر علوی صاحب) کو بھی ہارٹ اٹیک ہوا تھا (کینیڈا میں) ان کا دل 10 فیصد متاثر ہوا تھا۔ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق وہ چار میل فی گھنٹہ روز چلتے ہیں اب ماشاء اللہ وہ ٹھیک ہیں۔ اگر نہ چلا جائے تو آدمی بس بیٹھ جاتا ہے اور معرض خطر میں رہتا ہے۔ اتنے میں چودھری محمد حنیف صاحب کا معروف صاحب کو فون آیا۔ انہوں نے بتایا کہ حنیف صاحب بھی آ رہے ہیں۔

ماہنامہ نور اسلام کے پچاس سالہ نمبر کی بات میڈم صاحبہ نے شروع کی۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ ہاں کام ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب (راقم السطور) نے بھی توجہ کی ہے۔ میڈم نے اپنے دو مضامین ا کی نقل مجھے کروانے کے لیے پہلے سے ہی کہا ہوا تھا وہ میں نے کروا رکھی تھی۔ اصل کو لفافے میں ڈال کر ساتھ لے لیا تھا۔ میڈم نے کہا کہ ان میں سے ایک تو ابھی شائع ہو رہا ہے دوسرا

ا۔ ان دو چھپے ہوئے مضامین کے عنوان درج ذیل ہیں پہلے مضمون کا عنوان یہ ہے (اگلے صفحے پر)

Marfat.com

1994ء میں شائع ہوا تھا ایک سنٹرل ایشیا پر حضرت مجدد کے اثرات کے بارے میں ہے ان میں سے ایک کا اردو میں خلاصہ مع حوالہ جات شاہ صاحب (راقم السطور) کر دیں گے اور وہ نور اسلام کے پچاس سالہ نمبر میں شائع ہو جائے گا۔ شیراز صاحب اور علیم تفضل صاحب نے بھی یہ مضامین دیکھے شیراز صاحب نے میڈم صاحبہ سے پوچھا کہ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ پر کتنے مضامین (Articles) لکھے ہیں انہوں نے پانچ یا چھ بتائے اور کچھ کے نام بھی لیے۔

اس سے پہلے میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ جب میری عمر تیس سال کی تھی تو ہمارے والد صاحب بیمار ہو گئے اور ان کی حالت ایسی ہو گئی کہ موت کے آثار نظر آنے لگے اور میں پریشان ہو گیا۔ میری پریشانی کو بھانپتے ہوئے میاں ثانی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ تم پریشان مت ہو، تمہارا کوئی کام نہیں رکے گا یعنی تم جس کام کو شروع کرو گے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا اللہ تمہیں عزت بھی دے گا۔ بزرگوں کی دعا سے یہ سارے کام چل رہے ہیں ورنہ ہم کیا کرتے ہیں۔ میں (راقم السطور) نے کہا کہ دوسرے تو جانتے ہیں کہ آپ بہت تگ و دو کرتے رہتے ہیں اور میں نے فہرست ذخیرہ کتب صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کی پہلی جلد میں لکھا ہے کہ

The Naqshbandi Mujaddidi Sufi Order's Ascendancy in Central Asia Through the Eyes of its Masters and Disciples (1010 S-1200S/1600S-1800S) Reason and Inspiration in Islam, Theology and Mysticism in Muslim Thought: Essays in Honour of Hermann Landolt. Edited by Todd Lawson (London: I.B Tausis, Publishers, 2005), pp.418-431.

اس کا اردو ملخص ترجمہ بعنوان "وسط ایشیا میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا عروج: مجددی مشائخ اور خلفاء کی نظر سے (۱۶ویں تا ۱۸ویں صدی عیسوی میں)" ماہنامہ نور اسلام کے گولڈن جوبلی نمبر (نومبر دسمبر ۲۰۰۶ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی تلخیص اور اردو ترجمہ کا کام راقم السطور نے کیا تھا اور اس مضمون کی انگریزی تلخیص سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ لاہور کی جلد ۳، شمارہ ۲ (اپریل تا جون ۲۰۰۶ء) میں شائع ہو چکی ہے ڈاکٹر صاحبہ کے دوسرے شائع شدہ مضمون کا عنوان یہ ہے

The Mujaddid And Tajdid Tarditions In the Indian Subcontinent: An Histrical Overview.

یہ مضمون Journal of Turkish Studies (Vol. 18, 1994) میں شائع ہوا تھا۔

Marfat.com

اتنے کم وقت میں اتنی بڑی فہرست کا تیار ہو جانا اور شائع ہو جانا میاں صاحب کا کرشمہ ہی ہے۔

پھر میاں صاحب نے بتایا کہ جب نور اسلام کا شیر ربانی نمبر شائع ہوا تو حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ نے کہا تھا کہ آپ نے جتنے بھی نمبر نکالے ہیں ان میں سے سب سے جاندار نمبر ''شیر ربانی نمبر'' ہے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ اس میں کافی میٹر Matter تو ہے۔ پھر حکیم صاحب نے کہا کہ امام اعظم نمبر نکالیں۔ میں نے کہا مضامین کون لکھے گا؟ کہنے لگے کہ اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت امرتسریؒ کا ایک اپنا حلقہ تھا جس میں لکھنے والے بھی تھے چنانچہ مضامین لکھوانے کا انتظام ہو گیا اور امام اعظم نمبر شائع ہو گیا میں نے ازراہ استفسار کہا کہ نور اسلام کے جو باقی خصوصی نمبر شائع ہوئے ہیں مثلاً حضرت مجدد نمبر (تین جلدوں میں) کیا ان میں بھی حکیم صاحب کا مشورہ اور مدد شامل تھی؟ انہوں نے اعتراف کیا کہ ہاں حکیم صاحب نے بہت مدد کی اور مشورے بھی دیے۔ پھر میاں صاحب اندر تشریف لے گئے ان کے جانے کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحبہ کا تعارف ڈاکٹر سعید نیازی صاحب سے کروایا۔ میں نے کہا کہ یہ پنجاب یونیورسٹی میں ماہر امراض چشم کے طور پر کام کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ کا بھی تعارف ان سے کروایا کہ وہ میکگل یونیورسٹی کینیڈا میں اسلامی تاریخ کی پروفیسر ہیں ڈاکٹر صاحب نے ازراہ مزاح مجھ سے کہا کہ آپ اور آپ کی بیگم آنکھوں کا معائنہ کروا کر چلے جاتے ہیں ایسے پڑھے لکھے لوگوں کے بارے میں ہمیں بتاتے نہیں۔ میں نے فوراً کہا کہ اب آپ کا تعارف تو میں نے ہی کروایا ہے اس پر قہقہہ بلند ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ میڈم کا پتا اور ای میل ایڈریس لے لیجیے ڈاکٹر صاحبہ نے اپنے دو تین تعارفی کارڈ حاضرین کو دیے ایک ڈاکٹر نیازی صاحب کو بھی دیا۔ پھر ڈاکٹر صاحبہ اردو زبان کی اہمیت کے بارے میں باتیں کرتی رہیں۔ اپنی ان کتابوں کا ذکر کیا جو انہوں نے بچوں کی تدریس کے لیے لکھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب بچہ اپنی زبان سے واقف رہتا ہے وہ اپنے آبائی کلچر سے بھی واقف رہتا ہے اس لیے میں نے اس کام کے لیے کئی سال صرف کیے ہیں تا کہ اردو زبان کی ترویج ہو۔ یہاں بھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے زبان کو بگاڑا جا رہا ہے۔ اردو زبان کو وہ مرتبہ نہیں ملا جو اسے ملنا چاہیے تھا اس بحث میں چودھری محمد حنیف نے بھی حصہ لیا اور حکومتی سطح پر اس طرز عمل کے سیاسی محرکات بیان کیے۔ پھر میاں صاحب

Marfat.com

کی طرف سے پیغام آیا کہ کھانے کے لیے مہمان آجائیں۔ چنانچہ ہم سب میاں صاحب کے ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ وہاں پر تکلف کھانا کھلایا گیا۔ معروف صاحب حسب سابق کھانا کھلانے پر مامور تھے۔ پھر فروٹ بھی کھایا گیا اور چائے بھی مہمانوں کو پیش کی گئی۔ میاں صاحب نے کھانے کے بعد دعاء کی۔ کھانا کھانے کے دوران میں نے میڈم صاحبہ کو بتایا کہ میاں صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ ایک بار حکیم محمد موسیٰؒ نے مجھے پوچھا کہ کیا آپ نے حساب رکھا ہے کہ کتنی مالیت کی کتابیں آپ نے بلا قیمت تقسیم کی ہیں؟ میاں صاحب نے کہا کہ میں نے اس کا حساب نہیں رکھا۔ اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ میرے اندازے کے مطابق قریباً دو کروڑ روپے کی کتابیں بلا قیمت آپ تقسیم کر چکے ہیں۔ میاں صاحب نے اس بات کی تصدیق کی کہ حکیم صاحب سے یہی بات ہوئی تھی۔ پھر میاں صاحب نے مہمانوں سے کہا کہ آپ تشریف لے چلیں اور وہاں باہر والے کمرہ میں تشریف رکھیں اور میڈم صاحبہ سے کہا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں چنانچہ ہم سب اٹھ کر میاں صاحب کے کمرے میں آگئے۔ پھر ہم نے نماز ظہر ایک کمرے میں ادا کی تھوڑی دیر بعد میاں صاحب بھی آگئے۔

اتنے میں ڈاکٹر صاحبہ بھی تشریف لے آئیں۔ انہوں نے بتایا کہ میاں صاحب نے ان کی ملاقات اپنے افراد خانہ (گھر کی خواتین) سے کروائی ہے۔ ان میں ان کی بیگم، بہوئیں اور پوتیاں اور میاں صاحب کے بیٹے بھی شامل تھے۔ میاں صاحب نے ڈاکٹر صاحبہ کا تعارف افراد خانہ سے کروایا اور کہا اس طرح تعلیم حاصل کرنی چاہیے جیسی ڈاکٹر صاحبہ نے حاصل کی ہے اور ڈاکٹر صاحبہ سے یہ بھی کہا کہ اگر وقت ہو تو مدرسے کی طالبات کو کسی دن آپ لیکچر بھی دے دیں۔ بقول ڈاکٹر صاحبہ یہ ملاقات بہت اچھی رہی۔ میاں صاحب نے ڈاکٹر صاحبہ کو تحفہ میں ایک سوٹ بھی دیا جس کے بارے میں ڈاکٹر صاحبہ نے ہمیں بعد میں بتایا۔ اس دوران نور اسلام کے اشاریے کے بارے میں بات شروع ہو چکی تھی میں نے ڈاکٹر صاحبہ کو بتایا کہ اس کا خاکہ میرے مشورے سے بنایا گیا ہے اس میں صرف لکھنے والے کے نام سے رسائی ہوگی۔ میں نے بتایا کہ شروع میں تین طرح کی رسائی دینے کا سوچا تھا، مصنف، عنوان اور موضوع: لیکن جب معروف

Marfat.com

صاحب سے میٹنگ ہوئی تو کام کرنے والے فنی ماہرین کی کمی اور وقت کی کمی کی وجہ سے صرف لکھنے والوں کے نام سے رسائی دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ معروف صاحب نے نمونے کے طور پر ایک اندراج کی سلپ ڈاکٹر صاحبہ کو دکھائی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ عنوان سے بھی اس کی اپروچ ہونی چاہیے چودھری محمد حنیف صاحب نے کہا کہ محققین عام طور پر موضوع سے رسائی کرتے ہیں۔ مگر معروف صاحب نے سوال کیا کہ اگر اشاریہ تین سو صفحات پر مشتمل ہو اور باقی مقالات دو سو صفحات کے ہوں تو کیا یہ اچھا لگے گا یعنی پچاس سالہ نمبر۔ ان کی یہ بات بہت معقول تھی۔ پچاس سالہ نمبر میں صرف نئے مضامین کو شامل کیا گیا تھا۔ پہلے کے چھپے ہوئے مضامین کو شامل نہ کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے جلدوں کی ضخامت کا بڑا ہونا مشکل تھا۔ میں نے اس مقام پر وضاحت کی کہ ہم نے بنیادی طور پر اشاریے کے یہ حصے بنائے ہیں: مقالات، منظومات (اور اداریے) منظومات میں حمد، نعت اور منقبت رکھی ہے اور اس کی ذیلی ترتیب شاعر کے نام سے ہے اس طرح ایک لکھنے والے کی تمام تخلیقات اکٹھی ہو جائیں گی۔ اسی طرح مقالات میں بھی ایک لکھنے والے کی تمام تحریریں اکٹھی ہو جائیں گی[1] میاں صاحب ہماری گفتگو بہت غور سے سنتے رہے اس موضوع پر بات کرنے کے لیے میں نے میاں صاحب سے بطور خاص اجازت لی تھی ورنہ تو جانے کی باتیں ہو رہی تھیں میں نے میاں صاحب سے کہا تھا کہ اگر اجازت ہو تو اشاریہ کے متعلق بات کر لیں آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور کر لیں۔ بعد میں ہم نے میاں صاحب سے رخصتی کی اجازت لی اور میاں صاحب سے دعا کی استدعا کی جو قبول کی گئی۔ واپسی پر میڈم صاحبہ ڈاکٹر علیم تفضل صاحبہ اور راقم الحروف نے حضرت شیر ربانی کے آستانہ عالیہ اور میاں صاحب کے چھوٹے صاحبزادے

---

[1] محمد معروف احمد شرقپوری کا مرتبہ یہ اشاریہ ماہنامہ نور اسلام گولڈن جوبلی نمبر (۲۰۰۶ء) کی جلد سوم میں شائع ہو چکا ہے اس کے درج ذیل حصے ہیں۔

۱۔ اشاریہ حمد۔ ۲۔ اشاریہ نعت، ۳۔ اشاریہ منقبت، ۴۔ اشاریہ اداریہ، ۵۔ اشاریہ مقالات اور ۶۔ اشاریہ عنوانات اس طرح اس اشاریے میں موضوعاتی رسائی کا پہلو بھی شامل ہے اشاریہ مقالات کا اندراج مقالہ نگاران کے ناموں سے الفبائی ترتیب میں ہے۔ یوں یہ اشاریہ ایک ایسا آئینہ ہے جو ماہنامہ نور اسلام کے پچاس سالہ مندرجات کا عکس پیش کرتا ہے

Marfat.com

غلام نقشبند کے مزار پر حاضری دی' پھولوں کے نذرانے پیش کیے اور فاتحہ خوانی کا فریضہ انجام دیا۔ بعدہ' اسی گاڑی سے جس میں شرقپور شریف پہنچے تھے واپسی ہوئی الحمدللہ کہ ہم سب لوگ بخیر و عافیت اپنی اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ یاد رہے کہ اس ملاقات میں جن اصحاب علم و فضل نے شرکت کی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا)

۲۔ پروفیسر علیم تفضل صاحب، اسسٹنٹ ڈائریکٹر، ڈی پی آئی آفس لاہور

۳۔ سید جمیل احمد رضوی، سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۴۔ چودھری محمد حنیف صاحب، چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لا ریری، لاہور

۵۔ ڈاکٹر محمد سعید نیازی صاحب، ماہر امراض چشم، ہیلتھ سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۶۔ حاجی فیض محمد صاحب، ساکن میانوالی (ماموں ڈاکٹر سعید نیازی صاحب)

۷۔ محمد معروف احمد شرقپوری، ایڈیٹر سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ روزنامہ شیر ربانی لاہور

۸۔ محمد شیراز فیض بھٹی ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ

۹۔ امام علی صاحب، جو ایک اسکول کی انتظامیہ میں شامل ہیں اور پڑھاتے بھی ہیں

Marfat.com

مجلس دوم

بمقام بیت النور (جوہر ٹاؤن) بتاریخ ۳۰ جنوری ۲۰۰۶ء

یہ مجلس بھی انہی دنوں انعقاد پذیر ہوئی جب راقم الحروف کی دوسری آنکھ کے موتیابند کا آپریشن تین روز پیشتر ہوا تھا اور اس بنا پر راقم یہ روداد بھی قلمبند نہ کر سکا۔ یہ فریضہ بھی سید جمیل احمد رضوی صاحب نے ادا کیا۔ لہذا یہ کارروائی بھی موصوف ہی کے الفاظ میں ہدیہ قارئین کرام کی جارہی ہے

فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی نے 30 جنوری 2006ء کو بیت النور میں اسکالرز کی ایک میٹنگ بلائی تھی میر مجلس میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی تھے دیگر شرکاء کے نام یہ ہیں

۱۔ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا)

۲۔ڈاکٹر صابر علوی صاحب، نفسیات کے ریٹائرڈ پروفیسر (ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کے شوہر)

۳۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی، صدر شعبہ تاریخ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

۴۔ پروفیسر رفیق احمد صاحب، سابق صدر شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

۵۔ پروفیسر علیم تفضل صاحب، اسسٹنٹ ڈائریکٹر، ڈی پی آئی آفس لاہور

۶۔سید جمیل احمد رضوی، سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۷۔محمد عالم مختار حق، سیکرٹری حوزہ نقشبندیہ (معروف اسکالر اور محقق)

8۔محمد معروف احمد شرقپوری، ایڈیٹر سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ وروزنامہ شیر ربانی لاہور

9۔امام علی صاحب، جو ایک اسکول کی انتظامیہ میں شامل ہیں اور پڑھاتے بھی ہیں

بروز اتوار بتاریخ (29 جنوری 2006ء) قریباً گیارہ بجے معروف صاحب نے گاؤں واقع ضلع فیصل آباد میں فون کیا کہ میاں صاحب نے کل ایک بجے کے قریب چند سکالرز / احباب کو بلایا ہے۔ اگر آپ کل آجائیں تو ہم آپ کو لے جائیں گے (ٹھوکر نیاز بیگ کی طرف جانا ہے) چنانچہ ہم 30 جنوری 2006ء ساڑھے آٹھ بجے صبح گاؤں سے روانہ ہوئے۔ 9 بجے گاڑی

Marfat.com

پرڈ جکوٹ پہنچ گئے، 10 بجے فیصل آباد آ گئے۔ سوا دس بجے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور سوا بارہ بجے لاہور نیازی اڈے پر ساڑھے بارہ بجے گھر پہنچ گئے۔ معروف صاحب کو میں نے فون کیا اور بتایا کہ میں آ گیا ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں بیس منٹ میں گاڑی لے کر آتا ہوں تا کہ آپ کو لاسکوں۔ چنانچہ وہ ایک بجے کے قریب آ گئے اور ہم بیت النور ہوٹل نزد ڈاکٹرز ہسپتال پہنچ گئے میاں صاحب وہاں پہلے سے موجود تھے ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ ان کے شوہر ڈاکٹر صابر علوی صاحب، پروفیسر محمد اقبال مجددی اور پروفیسر محمد رفیق صاحب بھی ان کے ساتھ آئے تھے۔ علیم صاحب گاڑی میں ان کو لے کر آئے۔ امام علی بھی آ گئے میاں صاحب بھی ہمارے ساتھ ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد محمد عالم مختار حق صاحب بھی آ گئے ڈاکٹر صاحبہ نے مجھے بتایا کہ مطلوبہ کتب کے بارے میں محمد اقبال مجددی صاحب سے بات ہوئی ہے۔ تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ان کے پاس موجود ہے ان سے لے کر فوٹو کاپی کروالی جائے گی۔ مجددی صاحب نے بتایا کہ مناقب سلیمانیہ از مولوی احمد یار عالم صاحب کے پاس ہے گزشتہ سال لے کر آئے تھے لیکن ڈاکٹر صاحبہ نے کتاب واپس کر دی تھی (یہ ان کی غلط فہمی تھی یہ دراصل مناقب سلیمانی از غلام محمد خان جھجوی کی کتاب ہے جو عالم صاحب کے پاس موجود ہے۔ انہوں نے 31 جنوری 2006ء کو مجھے فون پر بتایا، مولوی احمد یار کی مناقب نہیں ہے۔ مناقب سلیمانی کی فوٹو کاپی تو پہلے ہی ہمارے پاس موجود ہے) مجددی صاحب نے تین صفحے کا ایک نوٹ میڈم صاحبہ کے لیے لکھا رکھا تھا اس کی نقل میاں صاحب کو بھی دی اس کے آخری صفحہ پر انہوں نے مشائخ نقشبندیہ کا وسط ایشیاء سے پاکستان و ہند میں آنے کا نقشہ بنایا ہوا تھا۔ تمام حضرات نے اس کو دیکھا۔ میٹنگ کے دوران حضرت میاں صاحب نے اپنے سلسلہ بیعت کا ذکر کیا کہ حضرت شیر ربانی کوٹلہ شریف (بابا امیر الدین کوٹلویؒ) کے مرید تھے اور وہ حضرت امام علی شاہ صاحب (مکان شریفی) کے مرید تھے۔ اور وہ حضرت شاہ حسین کے مرید تھے اس طرح انہوں نے کافی دور تک نام لیے۔ پھر اپنے بزرگوں کے بارے میں بتایا کہ وہ افغانستان سے آ کر قصور میں آباد ہوئے۔ پھر حجرہ شاہ مقیم میں بھی رہے، پھر شرقپور شریف آ گئے۔ اس طرح ان کے تعلقات دوسرے سلاسل تصوف کے ساتھ بھی رہے۔ پھر کھانا کھایا گیا اور بعد میں چائے بھی پیش کی گئی۔

Marfat.com

پھر حضرت میاں صاحب نے حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کی باتیں کیں اور بتایا کہ نور اسلام تو میں نکالتا ہی تھا۔ پھر کچھ مضامین اکٹھے کر کے شیر ربانی نمبر نکالا۔ جب حکیم صاحب کے ساتھ تعلق ہوا تو انہوں نے کہا کہ پرچہ تو آپ نکالتے ہی ہیں اس پرچے کا شیر ربانی نمبر جاندار ہے کیوں کہ اس میں حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ پر میٹر تو ہے۔ میاں صاحب نے بتایا کہ حکیم صاحب بے نظیر انسان تھے۔ اپنے احباب اور قریبی تعلق والے حضرات سے پہلے دن کی ملاقات سے لے کر آخر تک ایک ہی سطح کے تعلقات رکھتے تھے یعنی ان میں وضع داری بہت زیادہ تھی۔ ہاں شیر ربانی نمبر کے بعد حکیم صاحب کہنے لگے کہ امام اعظم نمبر نکالیں۔ میں نے کہا لکھے گا کون ؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ ان کا ایک اپنا حلقہ تھا جس میں لکھنے والے بھی تھے چنانچہ امام اعظم نمبر نکالا گیا پھر اولیائے نقشبند نمبر نکالا۔ حضرت مجدد نمبر تین جلدوں میں نکالا۔ ان سب میں حکیم صاحب کا مشورہ اور مدد شامل رہی۔

نوٹ: میاں صاحب قبلہ نے ہمیشہ فراخ دلی سے حکیم محمد موسیٰ صاحب کی خدمات اور تعاون کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے اس روداد میں بھی ان کی اعترافی جھلکیاں نظر آتی ہیں میاں صاحب کے بعد اس مجلس میں کس کس صاحب نے کن کن الفاظ میں اظہار خیال کیا اس کا ریکارڈ موجود نہیں جمیل احمد رضوی صاحب کو تو جو یاد رہا' یاد رہا جو بھول گئے' بھول گئے۔ لہذا معذرت کے ساتھ یہ سلسلہ یہاں اختتام پذیر ہوتا ہے۔

Marfat.com

مجلس سوم

بمقام بیت النور (جوہر ٹاؤن) بتاریخ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ء

اس مجلس کے افتتاحی کلمات پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ آج کی جو مبارک محفل ہے یہ ایک طرح سے حوزہ نقشبندیہ کا اجلاس ہے جس میں حوزہ نقشبندیہ کے موسس حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب، محترمہ ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ چیئر پرسن انڈو مسلم ہسٹری میکگل یونیورسٹی مونٹریال کینیڈا اوران کے شوہر ڈاکٹر صابر صاحب، پروفیسر ایمرٹس، ٹورنٹو یونیورسٹی، علیم تفضل صاحب، جمیل احمد رضوی صاحب، سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری، چودھری محمد حنیف صاحب، چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، محمد عالم مختار حق، محبوب عالم تھابل (محمد عالم مختار حق کے برخوردار) اور محمد معروف احمد شرقپوری (ایڈیٹر سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ و روزنامہ شیر ربانی لاہور) شریک گفتگو ہیں۔ اس سلسلے میں جو تجاویز ہمیں ملیں گی حوزہ نقشبندیہ کی بہتری کے سلسلے میں انہی کی روشنی میں آئندہ ہم کام کریں گے۔ حوزہ نقشبندیہ کی دوسری روداد چھپ چکی ہے اسے محمد عالم مختار حق صاحب نے مرتب کیا ہے وہ پیش کی جارہی ہے اجلاس کے آغاز میں ہی محترمہ نے ایک اہم کتاب کا عکس بنوا کر واپس کیا وہ کتاب حوزہ نقشبندہ ہی کی وساطت سے ان تک پہنچی تھی انہیں اور کہیں سے مل نہیں سکی تھی اس کتاب کا نام "ملفوظات نقشبندیہ" ہے جو شاہ مسافر اورنگ آبادی کے حالات اور ملفوظات سے متعلق ہے اس کا انگریزی ترجمہ سائمن ڈگبی (Syman Digby) نے کیا ہے[1] جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس دہلی سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ شرکاء کے شکریہ کے ساتھ اس مبارک محفل کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ اوراس کے آغاز میں ہی اقبال احمد فاروقی صاحب کی بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی انہوں نے نقشبندی سلسلے سے متعلق اپنی شائع کردہ

---

[1] اس انگریزی ترجمے کا نام Sufis and Soldiers in Aurangzeb's Deccan ہے

[2] ان کتب میں رسالہ مبدء و معاد رسائل نقشبندیہ، روضۃ القیومیہ (چار جلد) تحفۃ الابرار شامل ہیں یہ کتب سلاسل اربعہ کی روحانی و دینی خدمات کے متعلق ہیں۔

Marfat.com

کتابوں کا ایک سیٹ محترمہ ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا[1] اور اسی حوالے سے یہ کتابیں ان کی خدمت میں پیش کی گئیں اور اس کے ساتھ ساتھ جو اہم ترین کام ہے وہ ان کی جو نور اسلام کی 50 سالہ تقریب کے موقع پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے معاشرت کے اثرات کے حوالے سے کی۔ اسی قسم کی گفتگو کا سلسلہ آج ہمارے درمیان ہے۔ مجددی صاحب نے بسم اللہ سے آغاز کرتے ہوئے کہا کہ محترمہ آپ کی طرف سے جو تجاویز ہمارے لیے ہیں وہ آپ بتایئے تا کہ باقی حضرات بھی کچھ استفادہ کر سکیں۔

ساجدہ علوی صاحبہ: مجددی صاحب آپ کی مہربانی یہ یقیناً میری خوش قسمتی ہے کہ میں ہر سال چاہے میرا ارادہ ہو نہ ہو میں یہاں پہنچ جاتی ہوں! پچھلے سال ہمارا کوئی پروگرام نہیں تھا کہ ہم آئیں گے لیکن پھر بھی چونکہ چشتیہ سلسلہ کے صوفیہ کرام پر تحقیق کر رہی تھی ارادہ ہوا کہ ان کے روضوں پر جائے بغیر کام آگے بڑھتا ہوا ادھورا سا لگتا تھا۔ اسی مقصد سے پانچ روز کے سفر کے بعد ہم لاہور واپس آئے ہیں اور جناب رضوی صاحب اور میرے شوہر ساتھ تھے، ملتان میں ہماری بہت پذیرائی ہوئی۔ سبھی قسم کی سہولتیں ہمیں میسر آئیں تو یہ ہے کہ ہم کشکول گدائی لیے ہوئے جگہ جگہ پھرتے ہیں اور خدا کے فضل سے ہمیں بے بہا کتابیں حاصل ہوئیں اور بالخصوص ان بزرگوں کی دعائیں۔ اور اب آپ سب سے درخواست ہے کہ دعا کیجیے یہ بہت اہم کام ہے جو اس وقت شروع ہوا ہے کیونکہ پنجاب کے صوفیہ کرام پر اٹھارہویں صدی میں بہت کم کام ہوا ہے آخری کتاب جو چھپی وہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کی تاریخ مشائخ چشتیہ کی پانچویں جلد ہے اور اس میں انہوں نے پہلی مرتبہ مفصل طور پر صوفیہ کی خدمات کا جائزہ لیا ہے لیکن اس میں کوئی تجزیہ کوئی تنقید یا تبصرہ نہیں ہے جو چیزیں انہیں بنیادی ماخذ سے ملیں انہوں نے ان کو شائع کر دیا ہے اس کے لیے ہم بہت شکر گزار ہیں اب اسی کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور جناب رضوی صاحب اس کام میں میرے معاون ہیں ان کی مدد کے بغیر یہ کام آگے نہیں

---

[1] محترمہ کا تحقیقی موضوع ہے "اٹھارہویں صدی میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کے کارنامے، روحانی، علمی اور تدریسی خدمات"

Marfat.com

بڑھ سکتا تھا کیونکہ وہ یہاں کے علمی خزانوں میں بیٹھے ہیں اور میں ہزار ہا میل دور کینیڈا کی سردی میں روحانیت کی مشعل کو کسی طرح سے برقرار رکھنے کی کوشش میں ہوں۔تو جہاں تک نقشبندیہ سلسلہ کا تعلق ہے میں ان کی وجہ سے چشتیوں کی طرف آئی تھی کیونکہ پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب سے میرا رابطہ ہوا تو انہوں نے مجھے اٹھارھویں صدی پر تحقیق کرنے کی طرف راغب کیا (بحوالہ مراسلت) اور اس کے بعد بڑھتے بڑھتے نقشبندیوں کے ساتھ بہت گہری وابستگی پیدا ہوگئی اور اسی وجہ سے اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے میں نے سارا مواد اکٹھا کر لیا تھا لیکن پھر ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ نقشبندیوں پر تو اور حضرات ماشاء اللہ کام کر رہے ہیں لیکن چشتیہ سلسلہ پر بہت کم کام ہوا ہے تو اس لیے میں نے یہ بیڑا اٹھایا ہے اور میری تجاویز یہ ہیں کہ آپ نقشبندیوں پر کام جاری رکھیں تا کہ میں جس وقت اس طرف آؤں تو میرے پاس اور زیادہ مواد ہو شکریہ۔

جمیل احمد رضوی صاحب: ڈاکٹر صاحبہ نے جو بات کی ہے سلسلہ چشتیہ کے حوالے سے تو جب کام کا آغاز ہوا دو ڈھائی سال پہلے تو ہم نے مآخذ کی تلاش شروع کی ان مآخذ کے بارے میں جو سلسلہ چشتیہ کے بارے میں بنیادی تصور کیے جاتے ہیں سب سے زیادہ مدد حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کے ذخیرہ سے مدد ملی اور اسی جستجو میں ہم چشتیاں شریف میں پیر محمد اجمل چشتی فاروقی صاحب کے ہاں گئے اور ان کو دیکھ کر ہمیں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خوشبو محسوس ہوئی اور اب بھی دو دن پہلے ہم ان سے مل کر آئے ہیں تو میرا تاثر یہی ہے کہ وہ باباجی کی اولاد میں تاج العارفین کی اولاد میں سے ہیں وہاں وہ شہید دفن ہیں اور ان کا جو روضہ تاج العارفین ہے اس کی بھی زیارت کی اور ہمیں یہی لگا کہ یہ انسانی خدمت کے پیکر ہیں اور باباجی کا کلام اور ان کا پیغام یہی ہے اور اب ان شاء اللہ کام کافی آگے بڑھے گا ہمیں اور بھی چیزیں ملی ہیں وہاں سے اس بار جو ہمارا پانچ روزہ سفر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہاں پر حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی تشریف فرما ہیں صدر مجلس ہیں وہ جو بھی ہمیں حکم دیتے ہیں اور جو فرماتے ہیں ان کا جو بھی پیغام

Marfat.com

ہوتا ہے اور جو بھی حکم ہوتا ہے اس پر پورا عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگر لکھنے کے حوالے سے ہو یا اشاریہ سازی کے حوالے سے ہو تو ہم حاضر ہوتے ہیں اور ان کے فرمان کو پورا کرنا اپنی سعادت اور خوش بختی تصور کرتے ہیں جو بھی میاں صاحب فرمائیں گے ہم ہر وقت تعاون کے لیے تیار ہیں اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی: پیر طریقت جناب میاں جمیل احمد نقشبندی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے ہمیں ایک علمی مجلس میں حاضر ہونے کا موقع دیا جس میں محترمہ ساجدہ علوی صاحبہ تشریف فرما ہیں اور دوسرے حضرات بھی تشریف فرما ہیں اور انہوں نے حوزہ نقشبندیہ کی اس سال کی جو روئداد ہے وہ بھی عنایت فرمائی اس میں پچھلے سال کی کئی چیزیں جمع ہیں اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب کی یہ کوشش دور تک جائے گی اور لوگ اس کو پڑھیں گے۔ میں نے بھی اس کو پڑھا ہے لیکن سارا نہیں پڑھ سکا اس لیے اس پر اظہار خیال کرنے سے قاصر ہوں میں اس مجلس میں آپ کی وساطت سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں خصوصی طور پر ساجدہ صاحبہ کی انفارمیشن کے لیے کہ میں ایک نقشبندی بزرگ کا شاگرد ہوں ان کا نام ہے مولانا محمد نبی بخش حلوائی۔ وہ لاہور کے رہنے والے تھے اور لاہور کی ارائیں فیملی بہت بڑی فیملی تھی جس سے ان کا تعلق تھا۔ جس وقت لاہور ابھی پھیلا نہیں تھا پرانے لاہور میں دہلی دروازے کے اندر ان کی رہائش تھی انہوں نے تعلیم حاصل کی اور 15 جلدوں میں انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر، ”تفسیر نبوی“ کے نام سے لکھی جو تین لاکھ اشعار پر پنجابی میں ہے۔ الحمد للہ اور انہوں نے اس کے کئی ایڈیشن چھپوا کر تقسیم کیے یہ بڑا معرکہ آرا کام تھا جو انہوں نے اپنی زندگی میں کیا۔ دوسری بات یہ کہ قصور کے حضرت غلام محی الدین قصوری دائم الحضوریؒ کے خانوادہ سے ان کی روحانی نسبت نقشبندیہ تھی ان کے داماد شاگرد اور خلیفہ مولانا غلام دستگیر قصوری تھے۔ مولانا حلوائی ان کے مرید تھے۔ مولوی نبی بخشؒ نے افکار نقشبندیہ پر بہت کام کیا

Marfat.com

کتابیں بھی لکھیں تفسیر میں حوالے دیے اس لحاظ سے وہ تفسیر نقشبندیوں کے حوالے سے بہت اہم سمجھی جاتی ہے ویسے تو قرآن پاک کی تفسیر ہے لیکن حواشی پر وہ بہت کام کر گئے جس وقت مولانا غلام دستگیر قصوری فوت ہوئے تو اس کے بعد مولانا سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی نے مولانا حلوائی کو اپنی سرپرستی میں لے لیا خلافت عطا فرمائی اور ان کے صاجزادگان جتنے بھی ہیں وہ مولانا نبی بخش حلوائی کے درس میں پڑھا کرتے تھے الحمدللہ مجھے ان کے درس میں پڑھنے کا موقع ملا میں اگرچہ بھی نوجوان تھا اور ابتدائی دور میں تھا میں نے وہاں بے شمار نقشبندیوں کی زیارت کی جنہوں نے بعد میں بڑے بڑے بزرگ بن کر خانقاہیں آباد کیں۔ میں نے ان سے استفادہ کیا ان کی باتیں سنیں ان کی مجالس میں کئی نقشبندیوں کی زیارت کی جو مولانا نبی بخش حلوائی کی مسجد میں طریقت کی منازل طے کیا کرتے تھے میں اس لیے یہ بات کر رہا ہوں کہ لاہور بالکل خاموش نہیں ہے۔ میں سب حضرات کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اس حوزہ نقشبندیہ کی طرف اللہ تعالیٰ اس کے مرتب اور اس کے معاونین کو جزائے خیر دے انہوں نے بہت اہم کام کیا ہے انہوں نے بہت سی یادیں اس میں سمو دی ہیں اور اگلے سال ان شاء اللہ اس میں اور چیزیں آئیں گی میری یہ خواہش ہے کہ یہ حوزہ نقشبندیہ سال بھر ہمیں نہ ترساتا رہے ہم راہیں دیکھ دیکھ کر بوڑھے ہو جاتے ہیں میں نے گزارش کی تھی کہ میاں صاحب زندگی بڑی تیزی کے ساتھ چل رہی ہے یہ حوزہ نقشبندیہ سال کے بعد تشریف لاتا ہے میں محمد عالم صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس میں ذرا جلدی کیا کریں اقبال صاحب کو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اقبال مجددی صاحب کی یہ عادت ہے کہ تحقیق کرتے کرتے یہ عمر گزار دیتے ہیں اور کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک اس لیے میں ان سے نہیں کہوں گا کہ حوزہ نقشبندیہ پر نگاہ ڈالیں لیکن میں دوسرے دوستوں سے کہوں گا کہ تین ماہ بعد ایک روداد چھپنی چاہیے۔ نقشبندی لوگ بڑا کام کر رہے ہیں ان کے بڑے اجلاس ہوتے ہیں بڑی کتابیں آتی ہیں بڑے لوگ جمع ہوتے ہیں اور لوگوں

Marfat.com

تک پہنچنی چاہیے یہ ایک قابل قدر روداد ہے علمی اعتبار سے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ایک عام رسالہ ہے علمی اعتبار سے اس میں بہت سی چیزیں ہیں۔

چودھری محمد حنیف صاحب: میاں صاحب کے زیر سایہ یہ جو روحانیت سے بھرپور مجلس ہے میرا اس میں شامل ہونا باعث سعادت ہے یہاں ایسی اہل قلم اور اہل علم ہستیاں تشریف فرما ہیں تو میری اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ہمارے لیے ہماری اس لائبریری کو سعادت حاصل ہے کہ میاں صاحب کا سارا کولیکشن ہمارے پاس ہے جتنے بھی ہمارے اہل علم دوست یہاں تشریف فرما ہیں مجھ سے بہت سینئر ہیں اگر ان کے پاس کوئی کولیکشن ہے جو چیزیں میاں صاحب یا نقشبندیہ سلسلہ میں مختلف جگہ پر پڑی ہوئی ہیں ہو سکتا ہے ان میں کچھ میٹریل ایسا ہو جو میاں صاحب کے کولیکشن میں نہیں وہ آپ کے ذاتی ذخیرہ میں ہو سکتا ہے وہ بھی اپنا کولیکشن پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عنایت کر دیں جس کی جمع آوری میں رضوی صاحب اور معروف صاحب کی کوششیں کارفرما ہیں تو اگر سارے مہربان سارے اہل علم دوست وہ ذخیرہ جن کے پاس ہو اس کی ایک ایک کاپی ہمیں دے دیں تو ایک جگہ یہ اکٹھا ہو جائے۔ مستقبل میں ہو سکتا ہے کوئی آدمی آپ کے پاس نہ پہنچ سکے تو میڈم (ڈاکٹر ساجدہ علوی) جیسے جو ہمارے سکالر لوگ ہیں وہ لائبریری میں تشریف لائیں انہیں پتا ہوگا کہ میاں صاحب کا کولیکشن یہاں رکھا ہوا ہے وہ بآسانی یہاں پہنچ سکتے ہیں اور ہم ان کی خدمت کر سکتے ہیں تو میری گزارش ہے اس سلسلہ میں آج کی اس محفل کے حوالہ سے کہ جو کہ فاضل میٹریل دوستوں کے پاس ان کے ذخائر میں پڑا ہوا ہے تو آپ ایک ایک کاپی میاں صاحب کے ذخیرہ میں جمع کرا دیں ہم اسکو حفاظت سے رکھیں گے۔ یہ نہیں کہ اس پر سانپ بن کر بیٹھ جائیں گے کسی ساتھی کو ضرورت ہو وہ دنیا کے کسی کونے میں بیٹھا ہو وہ صرف ہمیں لکھے ہم اس کی فوٹو کاپی اس کو مہیا کر دیں گے۔

ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ: اس سلسلے میں میں نے جناب رضوی صاحب سے گزارش کی تھی

Marfat.com

کہ وہ کتابیں جو میرے منصوبے کے لیے اکٹھی کی جا رہی ہیں ان کی ایک ایک نقل جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں نہیں وہاں جمع کروا دی جائیں تو اس طرح آہستہ آہستہ قطرے قطرے سے دریا بنتا ہے اور آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہم سب لوگ تحقیق کے طالب علم ہیں یہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے بعض اوقات ایک کتاب جس تک ہماری رسائی نہیں ہوتی وہ اتنی اہم ہو جاتی ہے کہ ہماری تحقیق رک جاتی ہے اب مثال کے طور پر ملفوظات نقشبندیہ اگر اقبال مجددی صاحب کے پاس نہ ہوتی تو میرا مقالہ تشنہ رہ جاتا۔ میں اس کی بہت تلاش میں تھی کہ کسی طرح سے مجھے ملے وہ سائمن ڈگبی کا ترجمہ یہاں نہیں تھا ترجمہ ترجمہ ہوتا ہے اصل اصل ہی ہوتا ہے اور یہی ہمارا تجربہ ہے کہ چشتیوں کی تحقیق کے سلسلے میں اردو کے تراجم جو ہیں وہ ٹھیک ہے ایک خدمت کے طور پر حق ادا کر رہے ہیں لیکن جب تک اصل سامنے نہ ہو ترجمہ آپ کو غلط راہ پر ڈال سکتا ہے اس لیے اصل متن کا ہونا بہت لازمی ہے شکریہ۔

سید جمیل احمد رضوی صاحب: محترمہ نے جو بات فرمائی ہے پچھلے سال جب یہ تشریف لائیں تو ان کے لیے جو ہم کام کر رہے ہیں انہوں نے کچھ کتابوں کی فوٹو کاپی کروائی اور جاتے ہوئے مجھے فرمایا کہ یہ جو کتابیں میرے پاس ہیں یہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں جمع کروا دیں میں کتابیں لے کر چودھری حنیف صاحب کے پاس گیا جو اس وقت پنجاب یونیورسٹی کے چیف لائبریرین ہیں انہوں نے بڑی خوش دلی کے ساتھ نہ صرف کتابوں کو وہاں رکھا بلکہ ایک بڑی خوبصورت رسید مجھے اپنے یونیورسٹی کے لیٹر پیڈ پہ لکھ کر دی۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ جو کتابیں ہم بہاولنگر اور چشتیاں شریف سے لے کر آئے ہیں اگر ان کی بھی ایک ایک کاپی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں جمع ہو جائے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ موجودہ نسلیں اور آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کر سکیں گی اور ہر سکالر آسانی سے یہاں پہنچ سکتا ہے میں یہاں پر صرف ایک بات کا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ جب میں چیف لائبریرین تھا پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا تو اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چھ یا

81710

Marfat.com

سات بہت اہم ذخیرے ملے اوران کتابوں کی تعداد تقریباً 25 سے 30 ہزار تک تھی جو یونیورسٹی کے ذخیرے میں جمع ہو گئے اب فائدہ اس کا یہ ہے جیسا کہ چودھری محمد حنیف صاحب نے فرمایا کہ اگر سلسلہ نقشبندیہ کی جو کتابیں نہیں ملتیں اور سب حضرات کو یہ معلوم ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے میاں صاحب کے ذخیرہ کی دو جلدوں میں فہرست شائع کر دی ہے جو تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہے اسی طرح حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے ذخیرہ کی فہرست چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور اسکی پانچویں[1] جلد اس وقت تکمیل کے مرحلے میں ہے ان شاء اللہ وہ بھی جلد شائع ہو جائے گی تو نہ صرف یہ کہ ذخیرے جمع ہو جاتے ہیں بلکہ سکالر جہاں جہاں بیٹھے ہوتے ہیں ان فہرستوں کو دیکھ کر ان ذخائر کا عکس جمیل انہیں نظر آتا ہے۔

پروفیسر اقبال احمد مجددی صاحب: بہت شکریہ چودھری صاحب کی طرف سے محترمہ کی طرف سے اور سید جمیل احمد رضوی کی طرف سے جو آراء آئی ہیں کہ میاں صاحب کا جو کولیکشن ہے اس کو ہم نقشبندی سلسلے کی سٹڈی کے مرکز کے طور پر بنا دیں اصل میں حوزہ نقشبندیہ کی روداد کے پہلے حصے میں اس کا ذکر موجود ہے اس میں اہتمام کے ساتھ نقشبندی سلسلے کی جو چیزیں میاں صاحب نے جمع کی ہیں اس میں دی گئی ہیں جن حضرات کو کام کرنا ہو وہ میاں صاحب کے کولیکشن کی طرف رجوع کریں تو ہمارے حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے اس وقت چار متن اشاعت کے لیے تقریباً تیار ہیں تین رسائل ہیں مولانا وکیل احمد سکندر پوری کے جو ایک بہت بڑے سکالر تھے انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں رسائل لکھے تھے ایک ''الکلام المنجی برد ایرادات البرزنجی'' ہے برزنجی کے اعتراضات کے جواب میں ہے دوسرا حضرت مجدد کے معترضین کے جواب میں ہے تیسرا رسالہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دو رسالے ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب علیہ الرحمۃ کے جن میں سے ایک رسالہ ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس کا عکس ہم شائع کر رہے ہیں وہ بھی حضرت مجدد

---

[1] پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ۲۰۰۸ء میں چھاپ دی ہے

Marfat.com

صاحب کے دفاع میں ہے تو اس طرح سے پانچ دفاعی رسائل اس نئے سال میں ان شاء اللہ شائع ہو نگے اب ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کی خدمت میں ہمارا ماتیک حاضر ہے کہ حوزہ نقشبندیہ کے بارے میں اپنی تجاویز خصوصیت سے پیش کریں۔

ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ارباب علم وفضل میں اپنے تاثرات پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے جیسا کہ مجددی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میری ایک تجویز یہ ہے کہ قرآن حکیم نے اپنا جو تعارف کرا دیا ہے اس میں اپنا ایک جو کردار ہے وہ سورہ یونس کی ایک آیت ہے تو اس میں ہمارے پورے خانقاہی نظام اور روحانیت کے سلسلے کی اسی پر بنیاد ہے کہ شفاء لما فی الصدور کا اہتمام کیا جائے۔ میری ایک چھوٹی سی تجویز یہ ہے کہ جیسے حضرت یعقوب چرخیؒ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک عظیم ولی کامل ہیں ان کی تفسیر چرخی متداول تفاسیر سے ہٹ کر خالص اہل قلوب کی اصلاح وتربیت کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ باقی کی جو تفاسیر ہیں ان کا کچھ اشاریہ یا ان کے کچھ حوالے یا کن کن لوگوں نے یہ کام انجام دیا ہے ان کا اگر اس میں ذکر آ جائے تو یہاں شاء اللہ العزیز سکالرز کے لیے اس سلسلے میں مطالعہ کرنا یا اپنا مطالعہ آگے بڑھانا آسان ہوگا اس کے علاوہ جو باقی کی تجاویز آئی ہیں ان سے بھی اتفاق کرتا ہوں۔

لائبریری کے حوالے سے اقبال احمد فاروقی صاحب کے چند تحفظات پر چیف لائبریرین چودھری محمد حنیف صاحب نے اپنے موقف کی وضاحت کی اور کہا:

"ایک تو میں یہ عرض کروں گا اس وقت الحمد للہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری پاکستان کی واحد لائبریری ہے جو اس وقت پوری کی پوری آن لائن ہے ایک ہفتہ ہو گیا ہے آپ دنیا میں کہیں بھی بیٹھ کے سرچ کر سکتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پاس جتنے بھی کولیکشن ہیں وہ اس لحاظ سے محفوظ ہیں کبھی کسی کو ہم کتاب نہیں دیتے اس لیے کہ یہ خزانہ ہمارے پاس محفوظ سمجھ کر کسی نے دیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ معروف صاحب سامنے موجود ہیں کہ رسالہ نور اسلام کی جو گولڈن جوبلی کی تقریب کی گئی اس میں اشاریے کی تیاری کے سلسلے سارے کے سارے پرچے ہماری

Marfat.com

لائبریری سے ملے ہیں۔ میاں صاحب نے یہاں ارسال کیے تھے اس کی علاوہ اگر کسی ساتھی کو دنیا کے کسی کونے میں میاں صاحب کے ذخیرہ یا حکیم محمد موسیٰ کے ذخیرہ سے یا ہماری لائبریری کی کسی کتاب کی ضرورت ہو تو وہ ان شاء اللہ مل سکتی ہے ہم نے اس کا بھی انتظام کرلیا ہے اب ہمارے پاس جو 1750ء یا اس سے پہلے یا 1800ء کی کتابیں ہیں اس کی ہم فوٹو کاپی نہیں کرتے اس کو ہم مائیکروفلم یا سی ڈی کی صورت میں بھیجتے ہیں اس کی فوٹو کاپی نہیں دیتے۔ایک کتاب جس پر میری نظر ایک دفعہ پڑ جائے اور وہ بہت اہم ہو وہ ریڈر کے پاس نہیں جاتی بلکی اس کی سی ڈی بنوائی جاتی ہے یا اس کی کاپی بصورت ایگروفلم کر کے محفوظ کرلی جاتی ہے الحمدللہ اس پر ہم کام کر رہے ہیں یہ باتیں اس محفل میں میں ایسے ہی نہیں کر رہا آپ میں سے کوئی صاحب علم لائبریری کو ذرا Visit کرے اس کی حالت کو دیکھے کہ ہم نے اس کو کس طرح سیٹ کیا ہوا ہے یہ میری ذمہ داری ہے الحمدللہ میں یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ساتھی جس نے دو سال پہلے لائبریری دیکھی تھی آج وہ جا کے دیکھے اس کی حالت خود بتائے گی کہ اس میں کام ہو رہا ہے"۔

علامہ اقبال احمد فاروقی: میں دارالعلوم نعمانیہ کی لائبریری پر کبھی کبھی نگاہ ڈالتا ہوں الحمدللہ اس کے اندر اس وقت آٹھ ہزار کتابیں ہیں اور یہ لائبریری 125 سال پرانی ہے اس میں وہ وہ کتابیں بھی ہیں جو عام لائبریریوں میں جو بعد میں معرض وجود میں آئیں ان میں نہیں ہیں میں نے وہاں محنت کر کے اس کی ایک لسٹ تیار کی ہے اور لسٹ کو میں نے کمپوز کرالیا ہے۔کمپوز کرانے کے بعد اب میں اس کو شائع کروں گا تا کہ اہل علم کے پاس جائے اور انہیں اس ذخیرہ کا علم ہو اچھا یہ تو کتابیں تھوڑی ہیں ایک ہمارا ذاتی دوست ہے اس کا نام ہے مولوی احمد علی سندھیلوی۔ ہزار ہا کتابیں اس کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں جبکہ اس زمانے میں گرانی کے باوجود کتاب خریدنی بڑی بات ہے میں اس کی ہمت پر آفریں کہتا ہوں۔

جمیل احمد رضوی صاحب: مجھے چونکہ فرمایا گیا ہے کہ میں چند جملے اس بات پر کہوں کہ

Marfat.com

میاں صاحب کا جو ذخیرہ کتب پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے اس کو کیسے آگے بڑھایا جائے' ترقی دی جائے یا کیا کچھ ہو سکتا ہے میری تجویز یہ ہے کہ جو حنیف صاحب نے کہا کہ جو نقشبندی حضرات جن کے پاس زائد کاپی ہو اور وہ دے سکیں تو میاں صاحب کے ذخیرہ میں اکٹھی کر کے وہ جمع ہو جائے دوسری بات یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب نے خود بھی فرمایا ہے کہ لائبریری میں جو کتاب نہیں ہے اگر مجھے بتا دیا جائے تو وہ خود خرید کر دینے کے لیے بھی تیار ہیں میں سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب کی یہ جو پیش کش ہے بہت اچھی ہے میں چودھری حنیف صاحب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم اس ذخیرہ کو ارتقائی مراحل سے گزارنا چاہتے ہیں تو پھر کوئی ایسی فہرست جو پہلے سے بن چکی ہے جو کتب وہاں پر نہیں ہیں اگر کوئی ایسی فہرست جسے ہم مطلوبہ کتب کہتے ہیں اگر وہ تیار ہو جائے اور ہم حضرت میاں صاحب سے گزارش کریں تو ماشاءاللہ ان کی دعا سے ان کی برکت سے یہ چیزیں وہاں پر آ سکتی ہیں جو سب کے کام آئیں گی شکریہ۔

جناب میں پھر حوزہ نقشبندیہ کی روداد کے پہلے حصے کی طرف متوجہ ہوں کہ اس میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے ایک تو یہ ہے کہ میاں صاحب نے اس میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میں دنیا بھر سے نقشبندی سلسلے کے جہاں جہاں مخطوطات ہیں ان کے عکس جس صورت میں بھی وہاں سے مل سکتے ہیں وہ حاصل کریں گے اپنے ذخیرہ کے لیے، ذخیرہ کا مطلب ہے جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں دے دیا گیا ہے اس کے لیے دوسری بات اس میں یہ بھی ہے کہ ایک ہم نقشبندی سلسلے کے عنوان سے ببلوگرافی تیار کروائیں گے تو وہ ببلوگرافی بھی تیار کروانے کا پروگرام ہے اس کی کاپی پرنٹ ہونے سے پہلے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو دے دی جائے گی تاکہ وہ چیک کریں کہ کون کون سی چیزیں پہلے غیر موجود ہیں وہ حاصل کرنے کی کوشش کریں تو یہ تجاویز اس سے پہلے ہمارے پاس تحریری طور پر آ چکی ہیں اب اختتامی باتیں حضرت میاں صاحب۔

میاں صاحب: یہ جو تجاویز پیش ہوئی ہیں ماشاءاللہ اہل علم حضرات نے پیش کی ہیں تو میں اپنی بساط کے مطابق ان شاءاللہ کوشش کروں گا حاضر ہوں جتنا مجھ سے ہو سکے گا اپنی طاقت کے مطابق کام کروں گا۔

Marfat.com

مجلس چہارم

بمقام بیت النور جوہر ٹاؤن، بتاریخ ۳ دسمبر ۲۰۰۷ء

مورخہ ۲۸ نومبر ۲۰۰۷ء کو مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے والد گرامی شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ (شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی) کے عرس مبارک کی تقریب سماع ہال دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور میں زیر اہتمام بزم ارباب طریقت مظہریہ مسعودیہ وادارہ مظہر اسلام لاہور منعقد ہوئی جس کی نظامت کے لیے مسعود ملت بذات خود کراچی سے لاہور تشریف فرما ہوئے۔اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ نے ان کے ساتھ ایک علمی مذاکرہ کے انعقاد کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ اس مذاکرے کا اہتمام مورخہ ۳ ردسمبر کو ''بیت النور'' (جوہر ٹاؤن) میں کیا گیا۔اس مذاکرے کے لیے صلائے عام نہیں دی گئی بلکہ اس میں میاں صاحب کے چند نیاز مندوں نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ان میں پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی' پروفیسر محمد اقبال مجددی' سید جمیل احمد رضوی (سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)' چودھری محمد حنیف (موجودہ چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)' پروفیسر علیم تفضل، سعید احمد صدیقی، شیراز فیض بھٹی (ایڈووکیٹ)' ملک محمد حیات (جلیانہ)' کاشف کامران' محمد رفیق شاہد' محمد معروف احمد (چیف ایڈیٹر سہ ماہی ''شیر ربانی ڈائجسٹ'' لاہور) اور راقم الحروف (محمد عالم مختار حق، سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ) شامل تھے۔محترم غلام رسول (مالک بیت النور) مہمان گرامی قدر اور ان کے خواہرزادہ (مقیم اسلام آباد) قاری سید طاہر صاحب کو لے کر دس بجے ہوٹل پہنچے۔ پہلے حاضرین مجلس کے تعارف کا فریضہ محترم فاروقی صاحب نے انجام دیا۔بعدہٗ میاں صاحب کی طرف سے حاضرین کی خدمت میں دعوت تناول ما حضر دی گئی۔اس دوران بھی غیر رسمی انداز میں علمی باتیں ہوتی رہیں۔

جمیل احمد رضوی صاحب: (مسعود احمد صاحب۔سے مخاطب ہوتے ہوئے) آپ کی زیر نگرانی ''جہان امام ربانی'' کی گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔اس کی جلد یازدہم میں تین اشاریے بھی ترتیب دیے گئے ہیں۔اشاریہء رجال' اشاریہء کتب' اور اشاریہء

Marfat.com

اماکن' اس کی ترتیب میں میرا مشورہ بھی شامل رہا ہے۔ اس میں اشاریہ موضوعات شامل نہیں ہے۔ کیا اس پر کام ہو رہا ہے اور یہ شائع ہو گا؟ تحقیق میں موضوعی اشاریے کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔

مسعود صاحب: جی ہاں' اشاریے کا کام آپ کی نگرانی میں ہوا ہے۔ یہ درست ہے کہ اشاریہ موضوعات کی تحقیق میں بہت اہمیت ہوتی ہے۔ اس پر کام ہو رہا ہے۔ اس کی ایک جلد الگ سے شائع ہو گی۔ ''جہان امام ربانی'' کی تین جلدیں اور شائع ہوں گی۔ ان کو ''باقیات جہان امام ربانی'' کے عنوان سے موسوم کیا جائے گا۔

راقم السطور (محمد عالم مختار حق) نے کہا کہ یہ عنوان نہ دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کا پیغام مل گیا ہے۔ فراغت کے بعد اس دوستانہ نشست نے ایک علمی مذاکرہ کی شکل اختیار کر لی۔ مہمان گرامی اور میزبان چونکہ دونوں شخصیات کی خدمات مجددیت کے فروغ اور مجدد الف ثانی کے پیغام کو اقصائے عالم میں متعارف کرانے میں ناقابل فراموش ہیں' اس لیے گفتگو کا محور بھی ''مجددیت کی نشوو ارتقاء'' ہی رہا۔ بحث کا آغاز کرتے ہوئے جناب فاروقی صاحب نے پروفیسر صاحب سے استفسار کیا کہ: حضور! ہندوستان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر کوئی کام ہوا ہے یا کوئی آپ کے سامنے آیا ہے یا صرف خاموشی ہی ہے؟

مسعود احمد صاحب: خاموشی ہے' میرے علم کی حد تک (پھر آپ نے پروفیسر محمد اقبال مجددی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ) انہیں زیادہ علم ہے۔

مجددی صاحب: صورت حال یہ ہے کہ علی گڑھ میں پروفیسر محمد حبیب اور ان کے سکول آف تھاٹ کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کا نام لینا ممنوع اور جرم قرار پا چکا تھا اور انہوں نے بزعم خود ثابت کیا تھا کہ ان دونوں حضرات کی سیاسی شخصیت اور تحریک احیائے دین کی کمان ان کے خوش عقیدہ مریدوں کی خود ساختہ داستان ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے نتیجے کے طور پر وہاں باقاعدہ ہمارے حضرات کے خلاف فکری محاذ قائم ہوا اور پروفیسر محمد حبیب نے اپنے مکتبہ فکر کے خاص سکالر اطہر عباس رضوی کو اس کام کے لیے مقرر کیا اور انہوں نے

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف پروفیسر محمد حبیب ہی کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان (Muslim revivalist movements in Northern India) لکھا جس میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف بہت زہر اگلا اور پروفیسر محمد حبیب نے اس مقالہ کی اشاعت کے وقت اس پر دیباچہ لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اس کتاب کے مولف کی تحقیقات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیقات پر فوقیت رکھتی ہیں۔اطہر عباس رضوی کی اس کتاب کا پہلا محاکمہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے "معارف" میں کیا۔ پھر اور کئی حضرات نے اس طرف توجہ دلائی۔ پھر پاکستان میں حضرت مجدد کی اس تحریک کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا جس کے اثرات ہندوستان خصوصاً علی گڑھ میں بھی پہنچے جہاں کی مسلم یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ (سُنّی) میں باقاعدہ شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل قائم ہوا جس کے تحت چار دن تک مجدد الف ثانی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں دو دن اردو میں مقالات پڑھے گئے اور دو دن انگریزی میں جس کی روداد دو جلدوں میں علی گڑھ سے چھپ چکی ہے۔

مسعود صاحب: جی ہاں، جی ہاں۔ وہ میں نے دہلی میں دیکھی ہیں اور ایک اہم کام جو اب اور آگے بڑھ چکا ہے وہ ہے مجموعہ رسائل عبدالاحد وحدت سرہندی کا جس کا ایک خطی نسخہ ذخیرۂ شیفتہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔اس مجموعے کا ایک رسالہ یعنی الجنات الثمانیہ جو حضرت مجدد الف ثانی کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے، پر ایک تعارفی مقالہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق صدر شعبہ عربی پروفیسر عبدالباری نے لکھا ہے جو "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" کی جلد نمبر ۹ میں شامل ہے اس اہم رسالے کا عکس مجھے پروفیسر عبدالباری صاحب نے علی گڑھ سے بھیجا تھا جو میں نے صاحبزادہ محمد بدر الاسلام صدیقی کو بھیج دیا تھا جسے انہوں نے مرتب کر کے خانقاہ سلطانیہ جہلم سے شائع کر دیا ہے۔اس کا اردو ترجمہ مفتی علیم الدین نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔[1]

فاروقی صاحب: سرہند شریف میں ویسے تو ڈویلپمنٹ (ترقی) کا بڑا کام ہوا ہے۔

---

[1] اب یہ ترجمہ سلطانیہ پبلی کیشنز جہلم سے ۲۰۰۸ء میں چھپ چکا ہے۔

Marfat.com

مجدد صاحب کے روضے کو از سرِ نو تعمیر کیا گیا ہے۔ مہمان خانے اور مسجد پر کروروں روپے لگ گئے ہیں لیکن پتا نہیں کہ تعلیمات مجددیہ پر وہاں کوئی شعبہ قائم ہوا ہے یا نہیں۔ کیا آپ نے اپنی کتابیں وہاں بھیج دی ہیں؟

مسعود صاحب: جی ہاں۔ سب بھیج دی ہیں۔ وہاں کے سجادہ نشین صاحب نے اپنے ہاں ایک چھوٹی سی لائبریری بنائی ہوئی ہے جس میں یہ سب چیزیں رکھ دی ہیں۔

فاروقی صاحب: آپ کی کتابیں بڑی نفاست کے ساتھ چھپی ہیں اور آپ نے بہت دور دور تک بھیجی ہیں۔ سری نگر (مقبوضہ کشمیر) سے ایک خط آیا کہ پہلی جلدیں پہنچ گئی ہیں بقیہ جلدیں انہیں پہنچانے کا بندوبست کرنا ہے۔ تو اس کا یہ معنی ہے کہ آپ کی کتاب "جہان امام ربانی مجدد الف ثانی" دور دور تک پہنچ گئی ہے ماشاءاللہ!

مسعود صاحب: میں نے "جہان امام ربانی" کے چند سیٹ اپنے مخلصین کے ذریعے تاشقند کی سرکاری لائبریری میں بھیجے ہیں۔

فاروقی صاحب: آپ نے یہ بہت اچھا کام کیا ہے مگر وہاں اردو کون پڑھے گا جناب؟

مسعود صاحب: وہاں لائبریری میں اردو ڈیپارٹمنٹ بھی ہے جناب فاروقی صاحب۔ ان دنوں جرمن سے حضرت بدر المشائخ اور صدر المشائخ کی پوتی محترمہ فائقہ مجددی صاحبہ آئی ہوئی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرے دادا اور والد صاحب کے بارے میں کتاب لکھوا دیں۔ رسائل یا اخبارات میں جو کچھ ان کے بارے میں چھپا اس کی فائل انہوں نے بنا رکھی ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ جن لوگوں سے آپ نے ملاقاتیں کی ہیں ان کے انٹرویو بھی لے لیں۔ اس میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔

فاروقی صاحب: مجھے آپ کا یہ پیغام پہنچا ہے کہ دونوں بزرگوں کے متعلق کچھ بات کریں۔ میں ان کے متعلق کوئی چیز اپنی یادداشت میں محفوظ نہیں کر سکا اور دوسری بات یہ ہے کہ صدر المشائخ عثمان مجددی صاحب کا میاں جمیل احمد صاحب کے ساتھ بھی رابطہ رہا ہے اور میں بھی موصوف کا نیاز مند رہا ہوں۔ میں ملاقاتیں بھی کرتا رہا ایک دفعہ میں نے یوم "سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ" منانے کا اہتمام کیا۔ میری یہ خواہش تھی

Marfat.com

کہ فاروقی لوگ ہی اس میں تلاوت قرآن مجید کریں' فاروقی ہی نعت پڑھیں۔ فاروقی ہی تقریر کریں اور فاروقی ہی سٹیج سیکرٹری ہو۔ یہ میں نے اہتمام کیا۔ ان دنوں صدر المشائخ یہاں پاکستان میں آئے ہوئے تھے۔ میں نے بطور مہمان خصوصی انہیں دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی گزارش کی کہ خطاب فارسی میں کریں تو انہوں نے بڑے پُرجوش انداز میں فارسی میں تقریر کی۔ گو سننے والے فارسی سے نابلد تھے لیکن سب کے قلب میں ان کی وہ تقریر نقش ہوگئی اور لوگ خوش ہوگئے بس اتنا ان کے ساتھ تھوڑا بہت لگاؤ رہا۔ میں زیادہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکا۔ پھر یہاں صبغۃ اللہ مجددی آئے ان کے ساتھ بھی تھوڑا بہت واسطہ رہا۔ مگر وہ پھر وادی افغانستان میں گم ہوگئے۔ اب وہ کرزئی کے ساتھ ہیں لیکن ادھر کم آتے ہیں۔ یہ خاندان تو بہت اچھا ہے۔ ان پر لکھنا چاہیے ان پر بات ہونی چاہیے۔

مسعود صاحب: آپ جب یاد کریں گے تو بہت سی چیزیں آپ کے ذہن میں آجائیں گی۔

مجددی صاحب: حضرت: ہم یہ چاہتے ہیں کہ نقشبندی سلسلے کے جو مخطوطات کبھی شائع نہیں ہوئے وہ حضرت میاں صاحب کی وساطت اور عنایت سے شائع ہوں تو اس سلسلے میں آپ ہمیں کوئی راہنمائی فرمایئے۔ کوئی بات کیجیے۔

مسعود صاحب: یہ جو ابھی میں نے مجموعہ رسائل کے بارے میں عرض کیا تو وہ بھی اسی ضمن میں آجاتا ہے ان میں سے ایک چھپا ہے باقی ابھی نہیں چھپے ہیں۔ تو کیا وہ سی ڈی آپ نے منگوالی ہے؟

مجددی صاحب: نہیں سی ڈی ہم نے نہیں منگوائی۔ وہ صاحبزادہ بدر الاسلام صدیقی کے پاس ہے۔

مسعود صاحب: وہ منگوا لیجیے گا تو چھ رسائل تو اس ہی میں مل جائیں گے جو ابھی چھپے نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے کچھ اور چیزیں بھی ٹلن لائبریری میں ہوں۔

مجددی صاحب: نہیں۔ میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ ان رسائل کا تعارف "لطائف المدینۃ" کے مقدمے میں میں نے ہی سب سے پہلے کروایا تھا کیونکہ یہ انہی کی تصنیف ہے

Marfat.com

"لطائف المدینہ" ان رسائل میں شامل نہیں ہے وہ علیحدہ ملی ہے۔وہ آپ کی خدمت میں بھیجی گئی تھی۔ جسے حضرت میاں جمیل احمد صاحب نے حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے شائع کردیا ہے اور وہیں سے اشاعت مخلوطات کا آغاز ہوا۔کوئی اور اہم قسم کے مخلوطات ہوں تو آپ ان کی نشان دہی فرمائیں۔

مسعود احمد صاحب: اچھا یہ جو کوئٹہ میں قاری احسان اللہ صاحب تاجر مخلوطات ہیں ان سے رابطہ رہتا ہے آپ کا یا نہیں؟

مجددی صاحب: جی کبھی کبھی ان سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

مسعود احمد صاحب: ان کے پاس بھی مخلوطات ہیں اور ایک مسعود جھنڈیر کی لائبریری میلسی میں ہے جس میں نقشبندی سیکشن علیحدہ بنایا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے یا نہیں؟

مجددی صاحب: جی نہیں۔

مسعود صاحب: کبھی آپ وہاں ضرور چلے جائیں۔

مجددی صاحب: اچھا جی: کیا نقشبندی سیکشن علیحدہ ہے؟

مسعود صاحب: ہاں۔ایک صاحب نے کہا کہ وہ لائبریری میں نے دیکھی ہے۔اس کے بیس بائیس کمرے ہیں۔یہ شخصی لائبریری ہے۔قرآن کریم کا سیکشن علیحدہ ہے اور نقشبندی علیحدہ۔افغانستان سے لوگ آتے رہتے ہیں تو ان سے وہ مخلوطات وغیرہ خریدتے ہیں۔ ہیں تو زمیندار لیکن اپنی زمینداری ساری مخلوطات پر صرف کرتے ہیں۔آپ میرے حوالے سے وہاں چلے جائیں۔ بہت مہمان نواز لوگ ہیں۔ وہاں آپ قیام بھی کریں۔

مجددی صاحب: آپ ہمیں ایسے مخلوطات کی نشان دہی فرمائیں جو واقعی سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ وافکار کا ماخذ بن سکیں۔ ہر کتاب اس بنیاد پر شائع نہیں کی جاسکتی کہ وہ قلمی ہے۔

مسعود صاحب: ہاں چند ایسی کتابیں ضرور ہیں جو مخلوطات کی صورت میں ہیں اور تاحال شائع نہیں ہوئیں۔ مثلاً شیخ بدرالدین سرہندی کی "مجمع الاولیاء" اس نسخے کا عکس میرے پاس ہے جس میں سرہند کے کروڑی نے مؤلف سے لے کر تحریف کردی

Marfat.com

تھی اور اسے اپنے نام سے شہرت دی تھی یعنی علی اکبر اُردستانی سرہندی۔اس نسخے کا عکس انڈیا آفس لائبریری سے منگوایا گیا ہے۔اگر آپ کہیں تو میں یہ بھیج دوں۔ دوسرا اہم مخطوطہ شیخ آدم بنوری کی تصنیف ''خلاصۃ المعارف'' ہے یہ بھی بہت اہم مخطوطہ ہے جس میں اس وقت کی معاشرتی بدعات کی نشان دہی کی گئی ہے۔آپ اسے شائع کر سکتے ہیں۔

فاروقی صاحب: ہمارے بہت سارے علمائے کرام نے ان دنوں قرآن پاک کے تراجم کیے ہیں۔بازار میں آئے بھی ہیں۔یہ ایک اچھا رجحان آگیا ہے۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری مرحوم کا ترجمہ بھی طباعت کے لیے تیار ہورہا ہے۔مفتی غلام سرور صاحب قادری چشتی کا ترجمہ آگیا ہے۔علامہ مقصود احمد صاحب خطیب جامع مسجد داتا دربار کے ترجمہ کے پہلے دو حصے چھپ گئے ہیں۔ادھر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا ترجمہ بھی بازار میں آگیا ہے۔ایک ترجمہ وجیہ السیما عرفانی کا بھی آگیا ہے۔اور کچھ عورتیں بھی اس میدان میں نکل آئی ہیں وہ بھی ترجمے کر رہی ہیں۔ایک سانحہ یہ ہوا ہے کہ لکھنے والے علماء سے میدان خالی ہوگیا ہے۔ہمارے بعض علماء وعظ پر لگ گئے ہیں۔کچھ یورپ کو چلے گئے ہیں اور کچھ یہاں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

جمیل احمد رضوی صاحب: ایک صاحب ہماری پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں آکر بیٹھا کرتے تھے۔بات بھی اردو میں نہیں کرتے تھے۔انگریزی میں کرتے تھے کوئی غیر ملکی تھے۔میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہیں؟ تو پتا چلا کہ یہ قرآن پاک کا ترجمہ کررہے ہیں۔میں نے پوچھا ان کو عربی آتی ہے؟ تو کہنے لگے کہ عربی بالکل نہیں جانتے لیکن ترجمہ قرآن کا انگریزی میں کر رہے ہیں۔

اسکے بعد فاروقی صاحب نے گجرات کے ایک مقام بڑیلہ میں بعض انبیاء کرام کی قبور کا ذکر کیا جو کسی صاحب کشف نے دریافت کی ہیں۔اب ان پر کتابیں لکھی جارہی ہیں۔اس کے بعد انہوں نے ابن عربی کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا تفصیلاً ذکر دلچسپ پیرائے میں بیان

Marfat.com

کیا اور آخر میں اپنی عجز و مسکنت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میری ساری عمر گزر گئی کشف حجاب نہیں ہوا۔ میں اسی سلسلے میں رجال الغیب کی تلاش میں مارا مارا پھرا۔ قبروں میں جا کر بیٹھ جاتا۔ بیابانوں میں گھومتا رہا۔

رضوی صاحب یوں گویا ہوئے کہ: کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

یہ اس تقریب کی آخری بات تھی جس کے بعد ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب جانے کے لیے اٹھے مگر شریک مجلس پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور دوسرے حضرات کو چند لمحات کے لیے تشریف رکھنے کے لیے گزارش کی اور کہا کہ:

''میں اپنے میزبان گرامی قدر میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری اور مہمان ذی احترام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی خدمت میں چند لمحوں کے لیے ان کی خدمات جلیلہ پر ہدیۂ تحسین پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں مجھے آپ دونوں حضرات کی علمی اور اشاعتی خدمات کا اعتراف ہے مگر میں آج چند لمحوں کے لیے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے سلسلے میں آپ نے جو علمی کارنامے سرانجام دیے ہیں ۔ان پر اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔ میری میاں جمیل احمد صاحب سے نیاز مندی کا عرصہ تقریباً چالیس سال سے زیادہ پر محیط ہے۔ میں نے میاں صاحب کو حضرت مجدد الف ثانی کے افکار و نظریات کو پھیلاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کبھی تو وہ حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو شائع کر کے عوام میں تقسیم کیا کرتے تھے اور کبھی ''یوم مجدد'' منا کر عوام تک حضرت مجدد الف ثانی کے کارناموں کو پہنچانے میں سرگرم عمل رہے۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مگر مجھے کم از کم چالیس مواقع پر یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ میاں صاحب کے زیر اہتمام منائے جانے والے ''یوم مجدد'' کی تقریبات میں شریک رہا ہوں جن میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے اور علماء کرام کے خیالات سنتے ۔میاں صاحب کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ ملک کے جید علمائے کرام، اہل علم و دانش اور کالجوں کے پروفیسروں کو بلاتے اور انہیں حضرت مجدد الف ثانی پر تقاریر کرنے کی دعوت دیتے۔ آپ کے اس طریقہ کار سے بے شمار لوگوں میں حضرت مجدد الف ثانی کا تعارف ہوا اور ان کے علمی و روحانی کارناموں سے آگاہی ہوئی۔

دوسری طرف میاں جمیل احمد صاحب کو ہر اس شخص سے خلوص و محبت رہی جو حضرت

Marfat.com

مجدد الف ثانی کے سلسلے میں کوئی کام کرتا رہا ہو۔ وہ دنیا کے گوشے گوشے میں سفر کرتے اور ان مشاہیر کی زیارت سے شاد کام ہوتے جو مجدد صاحب پر کام کر رہے ہوتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میاں جمیل احمد صاحب ترکی میں ایک ایسے شخص کو ملنے گئے جو حضرت مجدد الف ثانی کی کتابوں اور مجددی سلسلے کی کتابوں کو شائع کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلایا کرتا تھا۔ ان کا اسم گرامی حسین حلمی ایشیق تھا۔ جن کا مکتبہ استانبول (ترکیہ) میں تھا اور انہوں نے ہزاروں کتابیں عربی' فارسی' اردو اور انگریزی میں چھپوا کر عالم اسلام کے اہل علم تک پہنچائیں۔ میاں صاحب بذات خود ان کے پاس گئے اور ان کی علمی خدمات کا اعتراف کیا اور چندے ان کے ہاں قیام پذیر رہے۔

کابل میں مجددی خانوادہ ایک نہایت ہی اہم حیثیت کا مالک تھا۔ یہ مُلا شور بازار کا خانوادہ کہلاتا تھا۔ جنہوں نے حضرت مجدد کے روحانی اور علمی افکار کو سارے افغانستان میں پھیلایا حتی کہ سنٹرل ایشیا کی وہ ریاستیں جو روس کے زیر اقتدار تھیں وہاں تک ان کے اثرات پہنچے۔ ان کے ایک فرد مولانا فضل عثمان فاروقی مجددی (م۔۱۵۔۴۔۱۹۷۳) پاکستان میں قیام پذیر تھے میاں جمیل احمد صاحب اکثر ان کی مجالس میں تشریف لے جاتے' بیٹھتے اور حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق بہت سی چیزیں حاصل کرتے۔ جن دنوں ان کا انتقال ہوا تو میاں صاحب اپنے دوستوں کے ہمراہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کی معیت میں کابل پہنچے اور مولانا فضل عثمان مجددی کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ جب ایشیا کی وہ ریاستیں جہاں نقشبندیوں کے مراکز تھے آزاد ہوئیں تو میاں صاحب بخارا' تاشقند اور سمرقند کے علاقوں میں گئے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے مزار پر حاضری دی اور اس علاقے میں نقشبندی بزرگوں کے مراکز کو دیکھا۔ یہ بات اس لیے قابل بیان ہے کہ میاں جمیل احمد صاحب' نقشبندی مراکز کی تلاش میں دنیا کے گوشے گوشے میں جاتے تھے اور اس طرح ان کی اس سلسلے میں لگن اور محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ میاں صاحب نے سلسلہ نقشبندیہ کی کتابوں کی اشاعت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خصوصاً اپنے مجلّہ ''نور اسلام'' کا مجدد الف ثانی نمبر تین جلدوں میں اور اولیائے نقشبند نمبر دو ضخیم جلدوں میں چھاپ کر اہل علم حضرات میں مفت تقسیم کیے۔ آج مختلف عوارض میں مبتلا ہونے اور نقاہت جسمانی کے باوجود میاں صاحب الحمدللہ بڑے جذبے سے کام کر رہے ہیں۔ ان کی ان

Marfat.com

خدمات پر آج کی اس مجلس میں بیٹھنے والے حضرات کو گواہ بنا کر اعتراف کرتا ہوں اور ان کی خدمت میں ہدیہ تحسین پیش کرتا ہوں۔

اب اجازت دیں کہ میں مہمان گرامی حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی خدمت میں ہدیہء تحسین پیش کروں۔ڈاکٹر صاحب موصوف کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی پر بڑا کام کیا جسے مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کر کے اندرون ملک اور بیرونی ممالک کے اہل علم وفضل میں تقسیم کیا۔مجھے یاد ہے کہ مرکزی مجلس رضا کے سٹیج پر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے اعلیٰ حضرت کے سیاسی نظریات کو مختلف انداز میں پیش کیا تو اہل علم حیران رہ گئے۔پھر ایک وقت آیا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مجدد الف ثانی کی بارگاہ میں اپنی قلمی اور علمی صلاحیتوں کو بطور نذرانہ پیش کرنے لگے۔اس سلسلے میں آپ نے بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا۔گزشتہ سالوں میں آپ نے ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' کی گیارہ جلدیں مرتب کیں اور انہیں زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ کر کے عالم اسلام کے اہل علم میں تقسیم کیا۔جہان امام ربانی کے اوراق پر بے شمار اہل علم وفضل کے مقالات اور مضامین پھیلے ہوئے ہیں۔مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ آج تک حضرت مجدد الف ثانی پر اتنا وسیع پیمانے پر کام نہیں ہوا جتنا جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب نے کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے صرف ان چیزوں کو مرتب ہی نہیں کیا' شائع ہی نہیں کیا' بلکہ نہایت دریا دلی سے ان کتابوں کو علماء' مشائخ' مجددی خانقاہوں اور غریب و نادار طلبہ تک بلا قیمت پہنچایا جو اپنی ناداری کے سبب یہ کتابیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے ان کے گھر یہ کتابیں پہنچائیں پھر ہندوستان کے بہت سے علماء و مشائخ ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' سے مستفید ہوئے اور یوں ان کا یہ کارنامہ اتنا عظیم القدر ہے کہ جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔میرے محترم و مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب تشریف فرما ہیں میں ان کی بارگاہ میں ان کی خدمات جلیلہ پر ہدیہء تبریک پیش کرتا ہوں۔

خوش قسمتی سے اس محفل میں میرے ایک ہمدم دیرینہ محمد عالم مختار حق صاحب بھی تشریف فرما ہیں انہوں نے ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانیؒ'' کی ترتیب و تصحیح میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے محمد عالم صاحب ایک اسکالر ہیں اور ان کی مختلف کتابوں پر گہری نظر ہے کئی کتابیں لکھ چکے

Marfat.com

ہیں انہوں نے خصوصی طور پر ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی ۔میری منتشر تحریروں کو یکجا کیا ۔ مدینہ پاک کی یادوں' علماء کی مجالس اور میرے ''جہان رضا'' کے اداریوں کو بڑی خوبصورتی سے ''فکر فاروقی'' کے نام سے مرتب کر کے میری امداد کی ۔اگر وہ اس طرح دست تعاون دراز نہ فرماتے تو میں شاید ان تحریروں کو کتابی شکل میں نہ دیکھ سکتا ۔وہ مرکزی مجلس رضا کے بانی حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے عزیز دوستوں میں سے ہیں ۔ان کی زندگی کے بیشتر مہ وسال ان کی رفاقت میں گزرے اور اس نسبت سے وہ مجھ پر آج تک کرم فرماتے رہتے ہیں ۔

سید جمیل احمد رضوی اور چودھری محمد حنیف دونوں حضرات سرکاری ملازمت کے ساتھ ایسے شعبوں پر متعین ہیں جو علم کی ترقی میں مصروف ہیں خصوصاً کتابی دنیا پر ان حضرات کی نظر ہے اور اپنے تجربات کی بنا پر کتابوں کو بڑی نفاست سے محفوظ کرنے میں مصروف ہیں ۔میں جمیل احمد رضوی صاحب کی خدمات کا خصوصی طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے بزرگوں کی ذاتی کتابوں کو بڑی محنت سے محفوظ کیا اور انہیں پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں خصوصی توجہ سے سجایا۔

اس محفل میں پروفیسر محمد اقبال مجددی بھی تشریف فرما ہیں ۔یہ بڑے علم دوست اور محقق ہیں خصوصاً شعبہ نقشبندیہ مجددیہ میں وہ اتھارٹی کی حیثیت سے مانے جاتے ہیں ان کے پاس ایسی نادر ونایاب کتابوں کے نسخے موجود ہیں جو شاید ہی کسی دوسرے کے پاس ہوں ۔انہوں نے اس سلسلے میں تحقیقی کام سرانجام دے کر اہل علم سے داد وصول کی ہے ۔

عزیزی محمد معروف نقشبندی مجددی خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں کہ یہ میاں صاحب کے دست راست اور مخلص خدمت گزار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں ۔میاں صاحب کے علمی امور کی دیکھ بھال بھی اپنے ذمہ لے رکھی ہے ۔''شیر ربانی ڈائجسٹ'' کی تیاری اور اس کی پیش رفت میں ان کا بڑا حصہ ہے ۔میاں صاحب کے احباب سے تعلقات نہایت خوش اسلوبی سے قائم رکھے ہوئے ہیں ان کی معرفت ہمیں بھی میاں صاحب کی قربت نصیب ہوتی ہے ۔اللہ تعالیٰ میاں صاحب کے فیوض باطنی سے انہیں وافر حصہ عطا فرمائے ۔

فاروقی صاحب کے تحسینی کلمات کے بعد سید جمیل احمد رضوی صاحب نے جواباً فاروقی صاحب کی علمی وملی خدمات پر ہدیہ تحسین . پیش کرتے ہوئے کہا کہ فاروقی صاحب نے ہم سب کا

Marfat.com

تعارف کرایا ہے اور سب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ میں فاروقی صاحب کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ بات کرتے ہیں تو ان کی باتوں سے خوشبو آتی ہے اور خوشبو بھی ایسی جو قلب اور روح کو معطر کر دیتی ہے۔ جب خطابت کے جوہر دکھاتے ہیں تو ان کے بعد کسی خطیب کا کلام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پھر چودھری محمد حنیف صاحب نے فاروقی صاحب کی مساعی جمیلہ کو سراہتے ہوئے پیش کش کی کہ آپ لوگوں کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی جن نئی یا پرانی کتابوں کا علم ہو اور وہ بازار سے دستیاب ہوں تو ہمیں اطلاع دیں۔ ہم یونیورسٹی کی طرف سے یہ کتابیں خرید کر محفوظ کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کتابوں کے محافظ ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری، میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ کی کتابوں کے ذخیرے ہماری تحویل میں محفوظ ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ مجددی صاحب بھی اسی طرح اپنا ذخیرۂ کتب لائبریری کو عطیہ کر دیں۔ انہوں نے فاروقی صاحب کے بارے میں مزید کہا کہ یہ کتاب کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ اہل کتاب کے دوست ہیں۔ میں اور جمیل احمد رضوی صاحب بھی کتابدار ہیں اور ان کے حلقہ کے ممبر۔

مجلس مذاکرہ کے وقفہ کے دوران راقم الحروف، پروفیسر مسعود احمد صاحب اور مجددی صاحب کے درمیان پروفیسر صاحب کے والد شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ کی تفسیر "مظہر القرآن" (مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) کے متعلق ایک الگ نشست ہوئی جس میں راقم نے تفسیر مذکورہ میں در آمدہ کمپوزنگ کی بے احتیاطیوں اور دیگر تسامحات کی نشان دہی کی۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ کی پروف ریڈنگ بہت دقیق اور حتمی ہوتی ہے۔ جزاک اللہ۔ آپ نے بہت اچھا کیا۔ آپ اس کا ایک صحت نامہ تیار کر دیں تا کہ ہم تفسیر کے آخر میں چسپاں کر دیں میرا جواب تھا کہ ابھی میں نے چند پاروں کی تفسیر مطالعہ کی ہے۔ مطالعہ مکمل ہو جانے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ صحت نامہ مرتب کر دوں گا۔

تقریب کے اختتام پر جناب سید جمیل احمد رضوی صاحب نے مسعود احمد صاحب کی خدمت میں تین کتابوں پر مشتمل ایک سیٹ پیش کیا جس میں (۱) مجالس حکیم محمد موسیٰ امرتسری مصنفہ جمیل احمد رضوی صاحب (۲) احوال و آثار حکیم محمد موسیٰ امرتسری مصنفہ پروفیسر محمد صدیق

Marfat.com

اور (۳) تذکار موسیٰ از سید عارف محمود مہجور رضوی شامل ہیں۔ ''تذکار موسیٰ'' کا ایک نسخہ میاں صاحب کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا۔ بعد ازاں میاں صاحب نے حاضرین محفل کو نہایت عزت سے الوداع کہا۔ ان کی فیاضی کی مثالیں اہل علم کو نوازتی رہتی ہیں اور یوں یہ علمی و روحانی محفل بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

؎ شکر کہ جنازہ بہ منزل رسید　　　　زورقِ امید بہ ساحل رسید

نوٹ: ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہریؒ کے ساتھ یہ آخری مجلس تھی۔ آخری نشست تھی۔ آخری گفتگو تھی اور حلقہ احباب میں آخری زیارت تھی۔

؎ روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

(یہ روداد پیشتر ازیں اپنی افادیت کے پیش نظر ماہ نامہ جہان رضا لاہور کے اگست ۲۰۰۸ء کے شمارہ میں چھپ چکی ہے اسی طرح اس کا انگریزی میں ترجمہ پروفیسر خالد بشیر (گجرات) کے قلم سے سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ لاہور کے شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۸ء میں بھی شائع ہوا، ماہ نامہ نور اسلام شرقپور شریف میں بھی اس کے متن کی اشاعت کی اطلاع ملی ہے)

Marfat.com

مجلس پنجم

بمقام بیت النور جوہر ٹاؤن بتاریخ ۲۱ فروری ۲۰۰۹ء

21 فروری 2009ء کو تقریباً چار بجے سہ پہر معروف صاحب کا فون آیا کہ آج آٹھ بجے شام کے قریب ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کی میاں صاحب سے ایک ملاقات طے کی گئی ہے جس میں میاں صاحب چاہتے ہیں کہ میں (راقم السطور) بھی شامل ہوں اور لوگوں سے بھی رابطے کیے جا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد بتایا جائے گا کہ آپ کو لینے کے لیے گاڑی لے کر کون آئے گا۔ بعد میں ایک دوبار رابطے کے بعد معروف احمد صاحب نے بتایا کہ فیض شیراز بھٹی صاحب (ایڈووکیٹ) گاڑی لے کر ساڑھے سات بجے آپ کے پاس آئیں گے پھر آپ ان کے ساتھ ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کی رہائش گاہ واقع (شاہ جمال) جائیں گے اور آٹھ بجے کے قریب ہوٹل بیت النور پہنچ جائیں گے۔ یہ دراصل رات کے کھانے کی دعوت تھی۔

بھٹی صاحب تقریباً آٹھ بجے گاڑی لے کر آ گئے۔ رش کی وجہ سے آنے میں تاخیر ہوئی۔ ہم تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شاہ جمال کے کوارٹر میں پہنچ گئے۔ وہاں سے ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کو ساتھ لیا۔ ہم تقریباً نو بجے بیت النور پہنچ گئے۔ وہاں حضرت میاں صاحب پہلے سے ہی موجود تھے۔ ان کو سلام کرنے کے بعد ہم سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد چودھری محمد حنیف صاحب چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری بھی آ گئے۔ اس طرح مہمانوں کی تعداد تین ہو گئی۔ کھانے پر ڈاکٹر ساجدہ صاحبہ سے مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ خصوصاً پاکستان کے موجودہ حالات زیر بحث رہے۔ اور گفتگو میں شامل ہم لوگ اپنے اپنے تحفظات کا اظہار کرتے رہے اور اس کی سلامتی استحکام اور ترقی کے لیے دعا گو رہے۔ اس ضمن میں نئی تعلیمی پالیسی کے بارے میں خبر بھی زیر بحث رہی۔ بالخصوص انگریزی کو پہلی جماعت ہی سے لازمی قرار دینے کی تجویز پر سخت تنقیدی زاویہ نظر سامنے آیا۔ ڈاکٹر صاحبہ نے فرمایا کہ برطانوی عہد میں بھی انگریزی کو پہلی جماعت سے لازمی قرار نہیں دیا گیا تھا۔ پانچویں جماعت سے انگریزی پڑھائی جاتی

Marfat.com

تھی۔لیکن ہمارے راہنما انگریز سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔

درمیان میں کوئی بات ہوتی تو میاں صاحب بھٹی صاحب سے پوچھتے کہ کیا بات ہوئی ہے۔بھٹی صاحب بتاتے۔میاں صاحب نے فرمایا کہ میرے دائیں کان میں ثقل سماعت ہے بائیں کان کی سماعت صحیح ہے۔ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ ہم آپ کے بیڈ کے قریب اس طرف آ کر بیٹھ جاتے ہیں جہاں سے آسانی سے بات چیت سن سکیں۔چنانچہ ہم میاں صاحب کے بیڈ کے قریب کرسیاں رکھ کر بیٹھ گئے اور بات چیت شروع ہوئی۔حضرت میاں صاحب نے ڈاکٹر صاحبہ سے فرمایا کہ آپ کی بہو چینی ہے اس کی زبان بھی چینی ہوگی۔اس سے ارشادات مجدد الف ثانی کا چینی میں ترجمہ کروا دیں۔ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ مکتوبات امام ربانی ایک علمی کتاب ہے وہ اس کا ترجمہ نہیں کر سکے گی۔میاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے پشتو ترجمہ کروا کر شائع کر دیا ہے۔اب اگر چینی زبان میں ترجمہ ہو جائے، تو بہتر ہے۔ہم شائع کریں گے۔میاں صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنی بہو کی رہنمائی کریں تو وہ ترجمہ کر سکتی ہے۔ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ میرا بیٹا کیمبرج لندن میں پی ایچ۔ڈی کر رہا ہے بہو اور بچہ وہاں ہی ہیں۔میں مانٹریال، کینیڈا میں ہوں۔نیز یہ بھی بتایا کہ وہ اردو نہیں جانتی۔آخر میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ اگر کسی چینی طالبہ / طالب علم نے پی۔ایچ۔ڈی میں داخلہ لیا اور اگر اس سے ترجمہ کروانا ممکن ہوا، تو آپ کی بات کو یاد رکھوں گی۔اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ چلو بات کسی نتیجے پر پہنچی تو سہی۔

ڈاکٹر صاحبہ نے فرمایا کہ آپ کی ذات کا بہت فیض ہے۔آپ بہت سے علمی کام کروا رہے ہیں آپ کے فٹ سولجرز (Foot Soldiers) یعنی پیادے کام کرتے ہیں جن میں سے چند کے نام بھی لیے۔میاں صاحب نے فرمایا کہ میں تو کچھ بھی نہیں۔جب میرے والد صاحب (حضرت ثانی لاثانی) کا انتقال ہوا تو میری عمر تیئیس سال کی تھی۔انہوں نے آخری دنوں میں فرمایا تھا کہ اللہ تمہیں عزت دے گا۔اور جس کام میں تم ہاتھ ڈالو گے وہ ان شاء اللہ مکمل ہوگا۔یا اس میں کامیاب رہو گے۔بس ان کی دعاؤں سے کام چل رہا ہے۔ڈاکٹر صاحبہ نے فرمایا کہ یہ تو آپ کا انکسار ہے۔پھر میاں صاحب نے پروفیسر منور حسین کی بات سنائی کہ ان کی عمر اب 85 سال کے قریب ہے۔وہ انگریزی کے استاد (پروفیسر) رہے ہیں۔اسلامیہ کالج سے ریٹائر ہوئے۔ا

Marfat.com

ب وہ سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ کا کام دیکھتے ہیں۔ پھر میاں صاحب نے تفصیل کے ساتھ ان کی حضرت ثانی لاثانی صاحب سے ارادت کا واقعہ بیان کیا اس واقعہ کو پہلے سے ذرا اختلاف کے ساتھ۔ فرمانے لگے کہ ساہیوال سے آگے ایک لینڈ لارڈ (بڑا زمیندار) تھا۔ اس کا بیٹا چیف کالج میں پڑھتا تھا۔ اس کی تعلیمی حالت کمزور تھی۔ کالج انتظامیہ نے کہا کہ تعطیلات ہو رہی ہیں۔ تمہارا تعطیلات کے بعد ٹیسٹ لیا جائے گا۔ اگر پاس نہ ہو سکے تو تمہیں کالج سے نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے والد نے پروفیسر منور حسین صاحب کی خدمات حاصل کیں اور ان سے کہا کہ آپ تعطیلات میں ہمارے ہاں آجائیں اور بچے کو پڑھائیں۔ وہ بہت امیر آدمی تھے۔ کھانے پینے کی بہتات تھی، مرغن غذائیں کھانے کو ملیں مکھن وغیرہ۔ اس کے نتیجے میں وہ بیمار ہو گئے۔ زمیندار کا بیٹا تو ٹیسٹ میں نہ صرف کامیاب ہو گیا بلکہ کلاس میں فرسٹ آیا۔ لیکن پروفیسر صاحب علیل ہو گئے۔ ان کو کسی نے کہا کہ آپ اس مرض کے لیے شہد استعمال کریں۔ چوک دالگران اور برف خانہ کے قرب و جوار میں عطاروں کی دکانیں تھیں اور اطباء کی بھی۔ ایک دکاندار نے کہا کہ میرے پاس شہد ہے چار روپے کلو ملے گا۔ انہوں نے چار کلو شہد خرید لیا۔ لیکن ان کو جلد معلوم ہو گیا کہ یہ شہد خالص نہیں ہے بلکہ اس میں چینی ملائی ہوئی ہے۔ ایک روز پروفیسر صاحب نے کلاس میں دوران لیکچر کہا کہ مجھے خالص شہد کی ضرورت ہے اگر کوئی طالب علم قیمتاً لا سکے تو میں رقم ادا کر دوں گا۔ ایک طالب علم (منصور نامی جواب ایڈووکیٹ ہے) نے کہا کہ شرقپور سے خالص شہد مل جاتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ میں ساتھ جاؤں گا خود دیکھوں گا تب خریدوں گا۔ چنانچہ وہ اس طالب علم کے ہمراہ شرقپور آ گئے۔ بشیر نامی ایک دکاندار تھا اس نے شہد دکھایا اور کہا کہ یہ خالص ہے۔ طالب علم نے ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا کہ یہاں ایک بزرگ (حضرت ثانی لاثانی) رہتے ہیں ان سے بھی آپ مل لیں۔ چونکہ میرے سر پر ٹوپی نہیں ہے اس لیے میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ چنانچہ پروفیسر صاحب خود اندرون شہر والی مسجد میں چلے گئے وہاں حضرت صاحبؒ موجود تھے۔ نو وارد کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کس لیے آئے ہیں؟ پروفیسر صاحب نے کہا کہ میں آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا: کیا کرتے ہو؟ عرض کیا: کالج میں بچوں کو پڑھاتا ہوں۔ فرمایا: کام تو بہت اچھا کرتے ہو، آپ یہاں پندرہ منٹ بیٹھیں، میں دوبارہ آتا ہوں۔ جب آپ

Marfat.com

پندرہ منٹ کے بعد آئے، تو آپ کے ہاتھ میں شہد کی ایک بڑی بوتل تھی۔ آپ نے مجھے کچھ شہد پانی میں حل کر کے پلایا بھی اور کہا کہ شہد استعمال کیا کرو۔ میں شہد لے کر بشیر کی دکان پر آ گیا۔ اس نے کہا کہ یہ بہت خالص شہد ہے۔ شہد کے استعمال سے میری تکلیف رفع ہوگئی اس طرح پروفیسر صاحب کا شرقپور شریف میں آنا جانا شروع ہوگیا۔ اب تک ان کی صحت اچھی ہے خوب چلتے ہیں، لیکن میں تو اب اچھی طرح چل بھی نہیں سکتا۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ یہ اس شہد کی تاثیر ہے جو پروفیسر صاحب نے کھایا ہوا ہے۔ اسی طرح میاں صاحب نے حکیم نیر واسطی اور حکیم ظفریاب کا واقعہ سنایا کہ یہ بڑے میاں صاحب (وڈے میاں صاحب) کے پاس آئے۔ میاں صاحب نے ان دونوں کو کلاہ اور پگڑی عنایت کی۔ نیر واسطی صاحب نے تو اس کو احترام کے ساتھ حفاظت سے رکھا۔ لیکن حکیم ظفریاب نے احتیاط نہ برتی۔ نتیجۃً حکیم نیر واسطی کا کام اتنا وسیع ہوا کہ رات کو بھی مریضوں کی قطاریں لگی ہوتی تھیں، لیکن حکیم ظفریاب کا کام زیادہ نہ چلا۔ وہ حضرت ثانی صاحبؒ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا اور کہا کہ آپ ہمیں وہ کلاہ اور پگڑی دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو ان ہی کا حصہ تھا، ہمارا نہیں ہے۔ اس طرح میاں صاحب نے اپنے بزرگوں کے حالات سنائے۔ اب تقریباً گیارہ بجے شب کا وقت ہو رہا تھا۔ میاں صاحب نے ڈاکٹر صاحبہ کو رخصت کیا اور بھٹی صاحب گاڑی میں ان کے ساتھ گئے تا کہ ان کو ان کی رہائش گاہ پہنچا آئیں۔

حضرت میاں صاحب نے راقم السطور اور چودھری محمد حنیف صاحب دونوں سے کہا کہ آپ بیٹھیں۔ میاں صاحب نے اپنا تھیلا منگوایا، اس سے ایک کتاب ''شخصیات'' نامی از علامہ ارشد القادری نکالی[1]۔ یہ کتاب میاں صاحب کے زیر مطالعہ رہی تھی۔ اس پر آپ نے جا بجا نشانات لگائے ہوئے تھے۔ بعض عبارتوں کے نیچے خط لگایا ہوا تھا۔ اس کے صفحات 139، 140 اور 141 پر تیغ علی کے حوالے سے لکھا ہوا تھا۔ میاں صاحب کے ارشاد پر میں نے ایک دو پیرے ذرا اونچی آواز میں پڑھے جن کو میاں صاحب اور محمد حنیف صاحب دونوں نے بھی سنا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ میں اس میں دیے گئے حوالوں کی تصدیق چاہتا ہوں، آپ دونوں اس میں

[1] مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور ۲۰۰۷ء۔ تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ قبلہ میاں صاحب نے ازرہ کرم ''شخصیات'' کا ایک نسخہ راقم الحروف کو بھی مورخہ ۵ جنوری ۲۰۰۹ء کو عنایت فرمایا۔

Marfat.com

مدد کریں۔ میں نے محمد حنیف صاحب کو اس کتاب کا نام اور دیگر تفاصیل لکھ کر دیں۔ خود بھی ک
نوٹ کیا۔ میاں صاحب نے کہا کہ یہ کتاب لاہور میں شائع ہوئی ہے اور مل جاتی ہے، میں آپ
بھجوا دوں گا۔ چودھری صاحب نے کہا کہ ہم خود لائبریری کے لیے خرید لیں گے۔ میاں صاح
نے اپنے ذخیرہ کتب کے لیے مزید کتابیں ارسال کرنے کے بارے میں چودھری صاحب س
مشورہ کیا۔ چودھری صاحب نے ناشرین کی فہارس کتب کا ذکر کیا اور بتایا کہ میں نے معروف
صاحب کو کچھ فہرستیں دی ہیں۔ اگر مطلوبہ کتب پر نشانات لگا دیے جائیں، تو ہم ضروری کاررو
کے بعد لائبریری کے لیے خرید لیں گے۔ میاں صاحب نے بھی اس سلسلے میں کہا کہ کچھ کتب
بھی خرید کر ذخیرے میں شامل کرنے کے لیے دیں گے۔

پھر میاں صاحب کے ارشاد پر میں نے موبائل پر بھٹی صاحب سے رابطہ کیا۔ انہو
نے بتایا کہ ہم نے ڈاکٹر صاحبہ کو ان کے گھر اتار دیا ہے۔ دس منٹ میں ہوٹل "بیت النور"
واپس آتے ہیں۔ میں نے میاں صاحب کو بتا دیا۔ اسی دوران عزیز عقیل احمد کا گھر سے فون آیا ک
کب تک فارغ ہو جائیں گے۔ میں نے کہا کہ بس تھوڑی دیر میں یہاں سے چل پڑیں گے ا
میں چودھری محمد حنیف صاحب کے ساتھ آؤں گا۔ اس کے بعد میاں صاحب نے ہمیں اجاز
دے دی اور چودھری محمد حنیف صاحب سے فرمایا کہ شاہ صاحب (احقر) کو گھر پر چھوڑ کر آپ
روڈ سے گھر چلے جائیں۔ چنانچہ چودھری محمد حنیف صاحب نے ایسا ہی کیا۔

Marfat.com

مجلس ششم

بمقام بیت النور جوہر ٹاؤن بتاریخ ۲۵ فروری ۲۰۰۹ء

25-02-2009 کو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی نے ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کو چائے پر بیت النور ہوٹل میں چار بجے سہ پہر بلایا۔اس میں درج ذیل حضرات شامل ہوئے۔

۱) حضرت میاں جمیل احمد صاحب (صاحب صدر)

۲) ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ (مہمان خصوصی)

۳) پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب (ایڈیٹر ماہنامہ جہان رضا لاہور)

۴) پروفیسر محمد اقبال مجددی صدر شعبہ تاریخ، اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

۵) محمد عالم مختار حق صاحب (سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

۶) (ر) کمانڈر ظفر صاحب از کراچی (میاں صاحب کے مرید)

۷) اشرف صاحب (سابق ڈسٹرکٹ اٹارنی)

۸) پروفیسر علیم تفضّل صاحب (ڈی پی آئی آفس، لاہور مرید میاں صاحب)

۹) فیض شیراز بھٹی صاحب (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

۱۰) محمد معروف احمد شرقپوری صاحب (مدیر روزنامہ شیر ربانی، سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ)

۱۱) چودھری محمد حنیف صاحب (چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)

۱۲) سید جمیل احمد رضوی (سابق چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)

۱۳) ڈاکٹر سعید نیازی صاحب (ماہر امراض چشم، ہیلتھ سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور)

۱۴) پروفیسر منور حسین صاحب (ریٹائرڈ پرنسپل، اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور)

پہلے سب حاضرین نے چائے پی، پھر میاں صاحب نے معروف صاحب سے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمدؒ کے بارے میں سترہ (17) کتابوں کی عکسی نقول (مجلد) ڈاکٹر صاحبہ

Marfat.com

کی خدمت میں پیش کریں، معروف صاحب نے کتابیں پیش کیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے ہر ایک کتاب
کے عنوان پر نظر ڈالی اور میاں صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ان کے بیڈ کے قریب آ کر ایک
کرسی پر بیٹھ گئیں اور ان کا بہت شکریہ ادا کیا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ سب کتابیں وڈے میاں
صاحب، یعنی بڑے میاں صاحب حضرت میاں شیر محمدؒ کے متعلق ہیں۔ شاہ صاحب (سید جمیل
احمد رضوی) کی وساطت سے حنیف صاحب نے تیار کروائی ہیں۔ اصل کتب میاں صاحب اور
بجز تکرار کتب) حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کے ذخیرہ کتب میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں
۔ ان کتب کی فہرست (مشتمل بنام مصنف اور عنوان کتاب) درج ذیل ہے۔

۱) فضل احمد مونگا شرقپوری۔ حدیث دلبراں

۲) حسن علی شرقپوری، ملک۔ حیات جاوید

۳) محمد ابراہیم قصوری نقشبندی، مولانا۔ خزینہ معرفت

۴) محمد امین شرقپوری۔ تذکرہ اولیائے نقشبند المعروف بہ سیرت پاک شیر ربانی عاشق یزدانی، مجدد عصر، قطب زمانہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ

۵) محمد نذیر رانجھا۔ تذکرہ زبدۃ الاولیاء شیر ربانی حضرت میاں سیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی قدس سرہ۔

۶) جلیل احمد شرقپوری، صاحبزادہ میاں۔ منبع انوار، شرقپور شریف۔

۷) احمد علی شرقپوری نقشبندی مجددی، آفتاب ولایت یعنی سوانح عمری آفتاب ولایت شیر ربانی، اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ

۸) خلیل احمد رانا۔ مسلک شیر ربانی، یعنی شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کے مشرب و مسلک حقہ پر ایک نظر۔

۹) سالک، محمد طفیل۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری۔

۱۰) غلام سرور، رانا، احوال و آثار برصغیر پاک و ہند کے تین نقشبندی بزرگ یعنی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددیؒ، حضرت شیخ لاثانی مخدوم جماعت علی نقشبندی مجددیؒ۔

Marfat.com

۱۱) جلیل احمد شرقپوری، صاحبزادہ مختصر حالات اعلیٰ حضرت شیر ربانیؒ و حضرت ثانی لاثانی شرقپوریؒ۔

۱۲) نذیر احمد شرقپوری، ڈاکٹر۔ درس عمل، سراپا سنت زندگانی حیات شیر ربانیؒ۔

۱۳) نذیر احمد شرقپوری، ڈاکٹر۔ انوار شیر ربانی۔

۱۴) چراغ الدین۔ شیر یزدانی، یعنی مختصر سوانح حیات واقف حقیقت ماہر طریقت عارف اکمل عالم باعمل چشم ہدایت شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری قدس سرہ العزیز۔

۱۵) محمد شریف نقشبندی، ابوالطیب۔ شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ۔

۱۶) محمد عمر بیر بلوی، صاحبزادہ، اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ

نامی، غلام دستگیر۔ سوانح حیات میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہ۔

میں بھی قریب کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو ان کے طلب نمبر (CALL Nos) حنیف صاحب کو لکھوا دیے تھے۔ تیاری کا کام انہوں نے کروایا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے میاں صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی ذات گرامی کا بہت فیض ہے۔ اتنے علماء اور سکالرز سے میری ملاقات ہوگئی۔ یہ سب آپ کی توجہ اور کوشش کی وجہ سے ہوا۔ پانچ بج گئے تھے۔ معروف صاحب نے قریب آ کر میاں صاحب سے کہا کہ ان کو پانچ بجے جانا ہے۔ وقت ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اتنے میں پیرزادہ اقبال احمد فارقی صاحب میاں صاحب سے مخاطب ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے ہمیں یاد کیا۔ اور اتنے صاحبان علم جمع ہو گئے۔ میری گزارش ہے کہ ڈاکٹر صاحبہ سے کہا جائے کہ وہ اپنے علمی سفر کی کہانی کو دس پندرہ منٹ میں ہمارے لیے بیان فرمائیں تاکہ ہمیں ان کے علمی و تحقیقی کام کے متعلق معلوم ہو سکے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اس سے اتفاق کیا۔ ان کو درمیان میں ایک نشست پر تشریف رکھنے کے لیے کہا گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بارے میں اور اپنے علمی سفر کے متعلق پندرہ بیس منٹ گفتگو کی۔ آپ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک عام سی پاکستانی عورت ہوں۔ میری زندگی کا انداز حیات اسی طرح کا رہا ہے۔ میرے اندر خواہش تھی کہ مجھے کچھ کرنا چاہیے چنانچہ میں نے یونیورسٹی سے ایم۔اے (فارسی) کرنے کے بعد لاہور کالج میں فارسی

Marfat.com

پڑھانا شروع کردی اور ساتھ ہی پی ۔ایچ ۔ڈی کرنے کے لیے اپنے استاد ڈاکٹر محمد باقر مرحوم سے مشورہ کیا۔سوچ و بچار کے بعد مرأة العالم ۱ (آرائش ہفتم) کو ایڈیٹ کرنے کا کام میرے ذمے لگایا گیا۔ڈاکٹر محمد باقر میرے گائیڈ تھے۔ان کے کہنے پر پروفیسر فیروز الدین رازی (ایف ۔ڈی رازی۲) نے بھی میری مدد کی ۔اسی دوران میں نے صرف دو گھنٹے کے لیے مولوی محمد شفیع مرحوم سے ملاقات کی ۔وہ میری کلاس فیلو سیدہ اشرف کے گائیڈ تھے۔ان کی ملاقات سے مجھے ترتیب و تدوین متن کے بہت سے اسرار ورموز واضح ہوئے ۔انہوں نے فرمایا کہ تاریخ جہانکشائی (قزوینی) کے مرتبہ نسخہ کو اپنا ماڈل بنالیں۔چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔اسی دوران میری شادی بھی ہوگئی ۔میرے میاں نے امریکہ سے پی ۔ایچ ۔ڈی کی ہوئی تھی اور ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی I.E.R (Pb.univ) میں ریڈر تھے۔وہ کہتے تھے کہ تمہارا ذہنی افق محدود ہے۔تمہیں دنیا میں پھر کر دیکھنا چاہیے کہ باہر کے ممالک میں کیا ہورہا ہے۔1967ء میں مجھے پی ۔ایچ ۔ڈی کی ڈگری ملی ۔پھر تین ماہ کا بچہ بھی تھا میں جہیز میں اپنا مقالہ (Thesis) لیکر گئی تھی ۔پی ۔ایچ ۔ڈی کرنے کے بعد مجھے کینیڈا میں جاب مل گئی ۔میرے شوہر کو بھی ۔میں ٹورنٹو میں پڑھاتی تھی (شاید) میرے میاں مونٹریال میں تھے۔درمیان میں ساڑھے تین سو میل کا فاصلہ تھا۔اب ماشاءاللہ دوسرا بیٹا بھی آگیا تھا۔میری ساس اور سسر دونوں وہاں (مونٹریال) میں پہنچے تاکہ بچوں کی دیکھ بھال کرسکیں۔اس طرح بڑی مشکل سے سروس جاری رکھی۔بعد میں کچھ مدت کے لیے ہم امریکہ میں بھی پڑھاتے رہے پھر مونٹریال میں آگئے کچھ مدت کے لیے میں انڈونیشیا بھی پڑھاتی رہی۔

1970-71ء میں ایران میں اسلامی انقلاب آیا۔میں امام خمینی کی تحریک سے بہت متاثر ہوئی کہ علماء نے کتنا بڑا انقلاب برپا کیا۔اس سے مجھے خیال آیا کہ ہمارے برصغیر میں بھی تو

۱ڈاکٹر صاحبہ کا پی ایچ ڈی کا یہ مقالہ لاہور میں دو جلدوں میں شائع ہوگیا تھا اس کی کتابیاتی تفصیل اس طرح سے ہے: محمد بختاور خان، مرأة العالم: تاریخ اورنگ زیب، بہ تصحیح و مقدمہ و حواشی ساجدہ س، علوی، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، 1979ء-۲ جلدیں ۔یہ کتاب 1658ء، 1668ء کے دور کا احاطہ کرتی ہے۔جلد اول (مشتمل بر احوال و وقائع سیاسی) جلد دوم (مشتمل بر تذکرہ ہای مشائخ و خطاطان و شعراء وغیرہ) ۲ ایف ڈی رازی گورنمنٹ کالج (حال جی ۔سی یونیورسٹی) میں فارسی کے استاد تھے۔

Marfat.com

بڑے بڑے علماء گزرے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان پر تحقیق کرنے کا سوچا۔اس طرح میں علماء اور صوفیہ کی خدمات کی طرف مائل ہوئی اور میں نے کام شروع کر دیا۔ چنانچہ میں نے دس مقالات لکھے جو شائع ہوگئے ۔ان میں چار نقشبندی مشائخ اور کچھ مسلم تھاٹ(Muslim Thought) (مسلمانوں کا انداز حکمرانی) پر ہے ۔اب یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی سے شائع ہورہی ہے۔ ان شاء اللہ اپریل یا مئی میں چھپ جائے گی۔انہوں نے میکگل یونیورسٹی مانٹریال کے بارے میں بھی Institute of Islamic Studies بتایا۔اس میں اسلامی تہذیب وتمدن اور اردو زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ایم ۔اے اور پی ۔ ایچ ۔ڈی کے طلبہ /طالبات اس میں داخلہ لیتے ہیں ۔اس میں میں اردو پڑھاتی ہوں اور تاریخ (مغل پیریڈ) بھی پی ایچ ۔ڈی بھی کروائی جاتی ہے۔ میں کئی طالب علموں کی نگرانی (supervision) کرتی ہوں۔ میں نے اردو کی تدریس کے لیے چار کتابیں بھی لکھی ہیں (باشتراک دیگر)۔ان کو میکگل یونیورسٹی نے شائع کیا ہے۔ یہ یورپین طلبہ کو اردو کی تدریس وتعلیم کے لیے پڑھائی جاتی ہیں ۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے پوچھا کہ اب آپ کس موضوع پر تحقیق کر رہی ہیں[1] انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک کتاب[2] Sufi Martyrs of Love پر تبصرہ لکھا۔اس میں مصنفین نے لکھا کہ پنجاب کے بارے میں ہمیں بنیادی مآخذ دستیاب نہ ہوسکے۔اس لیے ہم پنجاب کا پوری طرح احاطہ (Cover) نہ کرسکے ۔نیز پنجاب کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اٹھارھویں، انیسویں صدی میں یہاں تعلیم عام نہ تھی۔ چنانچہ مجھے سوچ آئی کہ اس موضوع پر پنجاب کے حوالے سے تحقیق کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے میں نے ارادہ کرلیا۔ مواد کی تلاش شروع ۔ میری خوش قسمتی کہ 2004ء میں مجھے رضوی صاحب (راقم السطور) مل گئے چنانچہ جب ہم نے بنیادی مآخذ کی تلاش کی، تو ہمیں بہت سے خزانے مل

---

[1] ڈاکٹر صاحبہ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس موضوع پر کام کر رہی ہوں: پنجاب میں سلسلہ چشتیہ کا ارتقاء (وسط ۱۸ اویں صدی عیسوی تا وسط انیسویں صدی عیسوی) [2] اس کتاب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

Sufi Martyrs of Love, the Chishti Order in South Asia and Beyond, by Carl W. Ernest and Bruce B. Lawrence. New York: Palgrave Macmillan, 2002

Marfat.com

گئے۔اس وقت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور ان کے چار بڑے خلفاء حضرت نور محمد ماروواله، حافظ محمد جمال ملتانیؒ، قاضی محمد عاقلؒ اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ پر کام جاری ہے۔ دو مقالے تیار ہو چکے ہیں ایک تو تہران کانفرنس 2007ء میں پڑھا گیا تھا اور ایک 28 فروری 2009ء کو لاہور میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں پڑھا جائے گا۔ یہ کانفرنس لاہور میں 26 فروری سے یکم مارچ 2009ء تک منعقد ہو رہی ہے۔ میں اس میں شرکت کے لیے آئی ہوں۔ اس کا افتتاحی اجلاس 26 فروری کو سینیٹ ہال، جامعہ پنجاب میں منعقد ہوگا۔ باقی تمام سیشن Lums یونیورسٹی میں ہوں گے۔ اس پر محمد اقبال مجددی صاحب نے کہا کہ میڈم جو کام کر رہی ہیں، یہ آسان نہیں دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ رضوی صاحب سے پوچھیں کہ وہ کس دوزخ سے گزر رہے ہیں میں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مجددی صاحب نے لفظ دوزخ استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے ان کے کہنے کا شاید مطلب یہ ہے کہ تحقیق کے کام میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں، یہ بہت کٹھن راہ ہے اس لیے محمد اقبال مجددی صاحب اس کو لفظ دوزخ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ میری اس بات کا سامعین پر خوشگوار اثر ہوا اور تھوڑا سا مزاح بھی پیدا ہوا۔ اس کے بعد اقبال احمد فاروقی صاحب نے پوچھا کہ یہ کام کرتے ہوئے آپ کو مکاشفات بھی ہوئے ہیں یا کسی بزرگ کی زیارت بھی ہوئی ہے؟ اس پر میڈم نے کہا کہ اس طرح کی کوئی واضح بات نہیں ہے۔ البتہ میرا اس تحقیقی منہج کو اختیار کرنے سے کہا جا سکتا ہے کہ تائید ایزدی کی وجہ سے ہوا اور توفیق ادھر سے ہی ملتی ہے۔ فاروقی صاحب نے کہا کہ یہ سوال میں نے اس لیے پوچھا ہے کہ میں نے ایک کتاب رجال الغیب پر لکھی ہے اس میں ایسے بہت سے واقعات آ گئے ہیں۔ اس پر راقم السطور (سید جمیل احمد رضوی) نے اس بارے میں مختصراً دو واقعات سنائے۔ میں نے کہا کہ سنہ 2006ء (دسمبر) میں ہم نے پانچ روز جنوبی پنجاب میں گزارے اور چشتی مشائخ کے مزارات پر حاضری دی۔ حاضری دینے والوں میں ڈاکٹر صاحبہ ان کے شوہر ڈاکٹر صابر علوی صاحب اور راقم السطور (سید جمیل احمد رضوی) شامل تھے۔ جب ہم تونسہ شریف میں خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مزار پر پہنچے تو مزار کے اندر جانے کا دروازہ بند تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ نماز ظہر کے بعد کھلے گا۔ تب آپ زیارت کے لیے اندر جا سکتے ہیں۔ نماز ظہر میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ اگر سجادہ نشین اجازت دیدیں تو دروازہ خصوصی اجازت سے پہلے بھی کھل سکتا ہے۔ میں نے خادموں کو بتایا بھی کہ یہ مہمان کینیڈا سے

Marfat.com

آئے ہیں اور میں لاہور سے آیا ہوں، لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کو کھولنے کا اختیار نہیں ۔صاحب مزار کی توجہ سے دس منٹ کے اندر سجادہ نشین بھی گھر تشریف لے گئے اور دروازہ کھولنے کی اجازت بھی مل گئی ۔ہم نے زیارت کی بلکہ جو لوگ انتظار میں تھے انہوں نے بھی زیارت کی ۔اسی طرح ایک دو روز کے بعد جب ہم چشتیاں شریف پہنچے تا کہ خواجہ نور محمد مہارویؒ کے روضے پر حاضری دیں ۔ہمیں بتایا گیا کہ خواتین کو اندر جانے کی اجازت نہیں ۔یہ اجازت سائیں (سجادہ نشین صاحب) دے سکتے ہیں ۔ہم نے کہا سائیں کہاں ہیں؟ خادموں نے بتایا کہ وہ روضہ کے باہر چھوٹے ملحقہ دروازہ کے قریب کچھ تعمیر کا کام کروا رہے ہیں ۔مہاروی صاحبؒ کا عرس قریب ہے ۔ایک برآمدہ تعمیر کروا رہے ہیں تا کہ اس میں زائرین کے لیے گوشت پکایا جا سکے ۔ہم سب سائیں صاحب کے پاس حاضر ہوئے تعارف کروایا گیا ۔وہاں چار کرسیاں بچھی ہوئی تھیں ۔ہمیں ان پر بٹھایا گیا ۔جب ہم نے ان سے بات کی، تو انہوں نے ایک خادم کو بلایا اور کہا کہ ان کو لے جاؤ اور میڈم کو اندر جانے کی اجازت بھی دیدی چنانچہ ہم پھر مزار کے کمرہ کے اندر گئے میڈم نے بھی حاضری دی ۔میں نے دیکھا کہ میڈم نے مہاروی صاحبؒ کے مزار پر پڑی ہوئی چادر کو پاؤں کی طرف سے ذرا ایک طرف کیا اس کے اوپر اپنا دایاں ہاتھ رکھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ دعا مانگ رہی ہیں ۔ظاہر ہے کہ میڈم نے اسی تحقیقی منصوبے کی تکمیل کے لیے دعا مانگی ہو گی جس پر کام ہو رہا ہے ۔اس طرح ہمارے راستے میں رکاوٹیں ختم ہوتی گئیں ۔یہ یقیناً صاحب مزار کی توجہ کا اثر اور فیض کہا جا سکتا ہے ۔آخر میں میڈم نے سب کا شکریہ ادا کیا اور بالخصوص میاں صاحب کا کہ انہوں نے اس علمی مجلس کا انتظام کیا اور اتنے سکالرز اور علماء سے مجھے ملاقات کا موقع ملا ۔آخر میں میڈم نے میاں صاحب کے بیڈ کے قریب جا کر ان کا شکریہ ادا کیا ان سے اجازت لی اور پروفیسر علیم تفضل صاحب کے ساتھ ہوٹل سے باہر چلی گئیں اور گاڑی میں جا کر بیٹھ گئیں ۔مجھے چودھری محمد حنیف صاحب کے ساتھ میاں صاحب سے ان کے ذخیرہ کتب کی فہرست کی جلد سوم کے بارے میں بات کرنا تھی چوہدری محمد حنیف صاحب نے میرے سامنے بات کی ۔میاں صاحب نے کہا کہ آپ شاہ صاحب (راقم السطور) کے ساتھ مشورہ کر لیں ۔معروف صاحب کی طرف بھی اشارہ کیا کہ ان کو بھی شامل کر لیں میں نے کہا کہ 28 فروری کے بعد ہم تینوں میٹنگ کر لیں گے ۔اتنے میں معروف صاحب نے کہا کہ آپ چلیں گاڑی میں آپ کا انتظار

Marfat.com

ہورہا ہے چنانچہ میں جلدی سے گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔اور میڈم نے اظہار تاسف کیا کہ میرے آنے میں دومنٹ کی تاخیر ہوگئی۔اس کی وجہ بھی میں نے بیان کی۔انہوں نے کہا کوئی بات نہیں علیم تفضل صاحب نے پہلے میڈم کوان کی رہائش گاہ پر اتارا پھر مجھے مسجد حمزہ کے قریب اتار دیا اور خود واپس چلے گئے۔ان کو شاید دوبارہ بیت النور ہوٹل جانا تھا، مقصد میاں صاحب سے ملاقات تھی۔

Marfat.com

مجلس ہفتم

بمقام پنجاب یونیورسٹی لائبریری، بتاریخ ۲۶ مئی ۲۰۰۹ء

کم وبیش ایک ہفتہ قبل محترم جناب میاں جمیل احمد صاحب مجددی نقشبندی شرقپوری مدظلہ العالی کا پیغام موصول ہوا تھا کہ ہم لوگ منگل کے روز (مورخہ ۲۶ مئی ۲۰۰۹) پنجاب یونیورسٹی لائبریری نیو کیمپس، لاہور دن کے بارہ بجے پہنچ جائیں۔ کیوں پہنچ جائیں اس کیوں کا جواب صیغہ راز میں رکھا گیا ہم تو میاں صاحب کے نیاز مندوں میں سے ہیں محترم جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی معیت میں بروقت پہنچ گئے۔ چیف لائبریرین چودھری محمد حنیف صاحب اپنے کمرے میں مہمانوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے رہے اور موسم کی مناسبت سے آب سرد سے تواضع کرتے رہے۔ یہاں باتوں باتوں میں یہ راز کھلا کہ میاں جمیل احمد صاحب کی طرف سے چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی چودھری محمد حنیف کی بیسویں گریڈ میں ترقی پر ان کے اعزاز میں ظہرانہ کا اہتمام کیا گیا ہے اور اس حوالے سے ہم سب میاں صاحب کے مہمان ہیں کوئی باقاعدہ ایجنڈا تو تھا ہی نہیں اس لیے فاروقی صاحب نے گفتگو کا آغاز اپنے دور کے تعلیمی ماحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا اور بتایا کہ اس دور میں تعلیم کے حصول کے لیے اتنی سہولتیں اور آسائشیں حاصل نہ تھیں جو اب طلبہ کو میسر ہیں۔ ہم لوگ تو ٹاٹ پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پڑھا کرتے تھے مگر اب ان کی جگہ عمدہ قسم کے فرنیچر اور خوبصورت عمارتوں نے لے لی ہے اور یوں یہ بات بڑھتے بڑھتے کتاب دوستوں کو اپنی لپیٹ میں لے آئی۔ فاروقی صاحب نے بتایا کہ ہمارے ایک دوست ہیں جن کے پاس ہزاروں کتابیں ہیں انھیں جہاں سے اچھی کتاب مل جائے وہ بلا دریغ خرید لیتے ہیں مگر ابھی تک اپنی لائبریری کو مرتب نہیں کر سکے۔ ایک مرتبہ وہ بعارضہ قلب میو ہسپتال میں داخل تھے۔ میں ان کی عیادت کو گیا اس دوران ان کے جاننے والے ایک اور صاحب بھی کتابوں کا تھیلا سنبھالے کمرہ میں داخل ہوئے۔ ان سے کتابوں کے بارے میں پوچھا کہ کتنے میں لائے؟ انھوں نے قیمت بتائی تو جھٹ جیب سے پیسے نکال کر ان کے ہاتھ میں رکھے اور کہا کہ یہ کتابیں یہیں رہنے

Marfat.com

دیں۔تو یہ ہے ان کا کتابوں سے عشق کا واقعہ (فاروقی صاحب نے جن صاحب کا یہ واقعہ بیان کیا ان کا نام نامی ہے مولانا احمد علی سندھیلوی اور وہ پیشہ تدریس سے منسلک ہیں اور ان دنوں دار العلوم ہجویریہ لاہور کے ایک تدریسی شعبہ میں کام کر رہے ہیں) اسی طرح انہوں نے ایک واقعہ اپنے استاد محترم ڈاکٹر محمد باقر پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے متعلق سنایا کہ میں نے انارکلی کے فٹ پاتھ پر ایک کتاب فروش کے پاس اپنے ذوق کی چند فارسی کتابیں دیکھیں۔ پیسے پاس نہ تھے اس لیے کل کا کہہ کر چلا آیا ادھر میں نے کالج آ کر استاد محترم سے یوں ہی ان کتابوں کے متعلق ذکر کر دیا وہ فارسی کتابوں کے شوقین تھے استاد محترم سے صبر نہ ہو سکا اور وہ تھوڑی دیر کے بعد چپکے سے آنکھ بچا کر چلے گئے۔ وہ کباڑی کے پاس پہنچے اور مذکورہ کتابیں خرید لیں۔ میں اس واردات سے قطعاً لاعلم تھا۔ اگلے روز کتابیں خریدنے کے لیے پیسے لے کر میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا کہ وہ تو کل ہی ڈاکٹر باقر صاحب خرید کر لے گئے تھے۔

سید جمیل احمد رضوی صاحب سابق چیف لائبریرین نے فاروقی صاحب سے یہ واقعات سنے تو بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حافظ محمود شیرانی کی کتابیں حاصل کرنے کے متعلق بے قراری کا ایک واقعہ جناب سید عبداللہ کی زبانی یوں بیان کیا (یہاں یہ واقعہ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی تصنیف ''حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی وادبی خدمات'' جلد دوم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۹۵ء سے تمام جزئیات سمیت نقل کیا جا رہا ہے تاکہ واقعہ کا کوئی پہلو تشنہ وضاحت نہ رہے) ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ محمد سلیم کو فتوحات مکیہ کے ایک قلمی نسخے کی پہلی جلد دستیاب ہوئی جو بعض خصوصیات کی وجہ سے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ میں اس زمانے میں ایم اے (فارسی) کا طالب علم اور شیرانی صاحب کا شاگرد تھا اور مجھے شیرانی صاحب کے اس شوق وشغف کا حال معلوم تھا۔ جب مجھے سلیم صاحب سے فتوحات کے اس نسخے کا پتا چلا تو میں نے ایک روز کلاس کے بعد شیرانی صاحب سے اس کا تذکرہ کیا۔ فتوحات کے اس نسخے کا حال سن کر شیرانی صاحب کا چہرہ تمتما اٹھا اور آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک پیدا ہو گئی۔ مجھ سے مزید اطمینان حاصل کرنے کے لیے پوچھا سچ مچ فتوحات کی پہلی جلد اور اس کی یہ خصوصیات؟ میں نے جواب دیا مجھے سلیم صاحب سے یہی معلوم ہوا ہے۔ کہنے لگے میرے ساتھ ان کے مکان تک جا سکتے ہو۔ میں نے کہا بخوشی۔ اسی

Marfat.com

وقت کالج سے نکلے تانگا منگوایا اور بخط مستقیم کوچہ کوٹھی داراں میں پہنچے۔ بدقسمتی سے معلوم ہوا کہ خواجہ سلیم مکان پر موجود نہیں۔ کوپر روڈ (پران کی ایک مملوکہ کوٹھی تھی) کا سراغ ملا ہم کوپر روڈ پہنچے مگر وہ وہاں بھی نہ تھے منٹگمری روڈ وہاں بھی نہ پا کر ہم پھر کوچہ کوٹھی داراں کی طرف لوٹے مگر پھر ندارد۔ وہاں سے موچی دروازے کے اندر بہادر شاہ کی دکان۔۔۔ وہاں سے علامہ اقبال کے دولت کدے پر۔ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب ابھی ابھی گھر چلے گئے۔ میں نے عرض کیا اس وقت رہنے دیجیے کل مل لیں گے۔ فرمایا فتوحات کی یہ پہلی جلد ایک خاص نقطہ نظر سے ضروری ہے میں آج ہی اس کو دیکھ لینا چاہتا ہوں۔ شب آبستن است کا مضمون ہے خدا معلوم کل تک ان کے ہاتھ سے پھر نکل جائے۔ میں نے عرض کیا بہتر۔ وہاں سے خواجہ صاحب کے مکان پر پہنچے اور خواجہ صاحب سے ملاقات کی۔ نتیجہ اس ملاقات کا یہ کہ شیرانی صاحب خواجہ محمد سلیم صاحب سے اس جلد کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بات دراصل یہ تھی کہ فتوحات کے اس نسخے کی دوسری جلد شیرانی صاحب کے کتب خانے میں موجود تھی۔ دونوں جلدیں ایک ہی کاتب کی لکھی ہوئی تھیں انقلاب زمانہ نے ان کو الگ الگ کر دیا تھا۔ شیرانی صاحب پھر سے ان کو جمع کر دینا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شیرانی صاحب نے ان دو جلدوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اپنے تین چار گھنٹے ضائع کر دیئے"۔

اس سلسلے میں انھوں نے مرزا محمد منور صاحب (جو ایک واسطہ سے جمیل صاحب کے استاد محترم بھی ہیں) کے متعلق بتایا کہ ستر کے عشرے میں وہ ایک عربی کتاب ISSUE کرانے کے سلسلے میں لائبریری میں تشریف لائے۔ میں نے وہ کتاب منگوا دی۔ اور دعوت مطالعہ دی وہ کہنے لگے کہ میں تو مسہری پر لیٹ کر کتاب پڑھتا ہوں اس لیے یہ کتاب میرے نام جاری کر دیں یہ میری مجبوری ہے۔ رضوی صاحب نے اس بات کی توثیق کے لیے ان کی بیگم سے مرزا صاحب کی رحلت کے بعد ایک انٹرویو کا حوالہ بھی دیا جس میں انھوں نے کہا کہ شروع شروع میں مسہری کے گرداگرد کتابیں دیکھ کر مجھے عجیب سا معلوم ہوتا تھا، مگر بعد میں عادی ہو گئی۔ رضوی صاحب نے مزید بتایا کہ لائبریری میں مخطوطات کے کولیکشن میں شاہی کتب خانوں کی جو کتابیں موجود ہیں ان میں بعض پر بادشاہوں یا امراء کی مواہیر ثبت ہیں۔ رضوی صاحب کے مطابق مخطوطات پر غالباً مطالعہ کے بعد بادشاہ دیدہ یا امراء دیدہ شد (ماڈرن پرشین میں دیدہ شد) کے الفاظ بھی رقم کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

ادھر پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب میرے ساتھ والی نشست پر فروکش تھے۔ان سے جناب حامد علی صاحب لائبریرین (اورینٹل سیکشن پنجاب یونیورسٹی) نے دریافت کیا کہ ان دنوں ایک صاحب آرٹ پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہے ہیں انھیں اس امر کی تحقیق کرنا ہے کہ مغل مصورین اپنی تصاویر کے لیے رنگ کیسے تیار کرتے تھے مجددی صاحب نے اس سلسلے میں انھیں جن کتب کی طرف رجوع کرنے کو کہا ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔کتاب آرائی در تمدن اسلامی وایران از نجیب مائل ہروی

۲۔فن کتاب سازی از مائل ہروی

۳۔تحفۃ المحبین از یعقوب شیرازی مرتبہ ایرج افشار

۴۔گلستان ہنر

۵۔تذکرۃ الخطاطین مولفہ سنگلاخ مرزا

۶۔خطاطین ہرات

۷۔تحفۃ الخطاطین از مستقیم زادہ (ترکی)

۸۔تذکرۂ خوش نویسان از غلام محمد ہفت قلمی

۹۔مرقع خوشنویساں از سید احمد رامپوری شائع کردہ رضا لائبریری رامپور

10.Imperial Mughal Painters by Amina Okada.

11. Mughal painting during Jahangir' by Asok Kumar Das

12. Painters, Paintings and Books, Indopersian Technical Literature by Porter Manohar.

13. Painting the Mughal by verma. Oxford University Press, Delhi.

مجددی صاحب نے یہ وضاحت بھی کردی کہ کتابوں کے نام محض اپنی یادداشت پر بھروسا کرتے ہوئے بتائے گئے ہیں ان کتب کی طرف رجوع کیے بغیر اپنی تحقیق کا جزنہ بنایئے اوران کتابوں کے سلسلہ میں مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان اسلام آباد سے رابطہ کریں۔

(نوٹ)اس گفتگو کے بعد میں نے مجددی صاحب سے نام لکھوالیے تھے کیونکہ ان

Marfat.com

میں خطاطین کی کتابیں مذکور ہیں جن سے راقم کو دلچسپی ہے۔

ہم لوگ میاں صاحب کے انتظار میں چودھری محمد حنیف صاحب کے کمرے میں جمع ہو رہے تھے کہ اس دوران اطلاع ملی کہ میاں صاحب کے صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب کی طبیعت سخت ناساز ہے اس لیے وہ اس تقریب میں شرکت کرنے سے معذرت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ اس کمرے کے متصل کمرے میں، جس کی افتتاحی تقریب بھی اس تقریب کا حصہ ہے، آ گئے۔ اس کمرے میں میاں صاحب کی طرف سے ظہرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ محترم جناب فاروقی صاحب سے گزارش کی گئی کہ وہ اس موقع پر حاضرین کی طرف سے افتتاحی کلمات سے نوازیں۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا:

آج کی یہ تقریب کئی خوشیوں پر مشتمل ہے چودھری محمد حنیف صاحب چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کی ترقی اس کمرے کا افتتاح' میاں صاحب کی شفقتیں آپ دوست جو اہل علم ہیں' بلکہ میں کہوں گا کہ آپ سب کتاب دوست ہیں تو ان کی موجودگی میں ہمیں یہ سعادت حاصل ہوئی ہم کھانے پر بلائے گئے۔ آپ لوگوں نے ہماری عزت افزائی کی ورنہ ہم گلی کوچوں میں پھرنے والے لوگ اتنی اچھی جگہ پر آئے ہیں تو یہ آپ لوگوں کی محبت ہے:

تم جسے چاہو چڑھا لو سر پر ورنہ یوں دوش پہ کاکل ٹھہرے

آپ نے ہم ذروں کو اٹھا کر عزت دی ہے۔ ہم آپ کے بہت ممنون ہیں۔ میاں صاحب اگر ہوتے ہم ذرا کھل کر بات کرتے۔ ان کا اندازان کی موجودگی میں اور ہوتا ہے آپ سب ہمارے محترم ہیں اور اہل علم ہیں، آپ نے ہمیں بلا کر اہل علم کی صف میں کھڑا کر دیا۔ ہم آپ کے بے حد ممنون ہیں خاص کر چودھری صاحب کا تعلق ہم جیسے چھوٹے چھوٹے لوگوں سے بھی ایسا ہی ہے جس طرح کہ بڑے لوگوں کے ساتھ ہے اور یہ ان کی نوازش ہے کہ یہ ہم جیسے لوگوں کو بھی بلا لیتے ہیں۔ میرے ساتھ جو میرے دوست آئے ہیں:

یہ محمد عالم مختار حق صاحب ہیں۔ صاحب علم ہیں کتابوں کے ماہر ہیں، بڑے ہی محقق ہیں لکھنے والے ہیں الحمدللہ پاکستان کی ادبی دنیا میں ان کا نام ہے۔

یہ محبوب عالم ہیں اور ان کے بیٹے ہیں یہ ریٹائرڈ ڈپٹی جی ایم پی ٹی سی ایل ہیں ماشاء

Marfat.com

اللہ ان کو سعادت بخشی یہ بھی ہمارے ساتھ آئے۔ یہ جو حضرت بیٹھے ہوئے ہیں یعنی حاجی محمد حیات صاحب نقشبندی مجددی یہ جہانیاں نہیں جہاں گشت ہیں انھوں نے دنیا کے مختلف ممالک کا سفر کیا اور وہاں کی چیزیں دیکھیں۔ مزارات پر گئے بزرگوں کو ملے بڑی بڑی دور تک گئے اور اپنے سفر نامے سے ہمیں نوازا جس میں بے شمار بزرگان دین کے مزارات کی تفصیلات ہیں۔ یہ میرا بیٹا آصف ہے۔ آج میں نے ان سے کہا کہ آؤ آج میں تمھیں اہل علم کے سامنے لے جاؤں:

؎ بخوبی لاف می زد گل بہ پشت بستہ آوردم

آپ کے سامنے میں انھیں پکڑ کر لایا ہوں تاکہ آپ لوگوں کی ان بچوں پر بھی نگاہ شفقت پڑے اور ان کی زندگی میں آپ کے علم کی روشنیاں پہنچیں۔

میں سب دوستوں کا تعارف اس لیے نہیں کرا سکا کہ وہ خود کرائیں گے۔ زباں میری اتنی کمزور ہے کہ میں اہل علم کا زیادہ تعارف نہیں کرا سکتا۔ میں آپ کا ممنون ہوں۔

ان افتتاحی کلمات کے بعد حاضرین کو دعوت طعام دی گئی کھانا ماشاء اللہ پر تکلف تھا اور لذیذ بھی جسے میاں صاحب کے خلوص نے بابرکت بنا دیا۔ اس بات کا اظہار کرنا بھی غالباً بے محل نہ ہوگا کہ لنگر کے اہتمام اور حسن نظام میں حاجی خادم حسین صاحب کی مساعی جمیلہ کا خاصا حصہ تھا۔ فراغت کے بعد جناب سید جمیل احمد رضوی سے راقم نے درخواست کی کہ وہ جناب محمد حنیف صاحب کی خدمت میں ہم سب کی طرف سے ہدیہ تبریک پیش کریں چنانچہ انھوں نے یہ فریضہ باحسن طریق بایں الفاظ انجام دیا: مجھے محمد عالم مختار حق صاحب نے فرمایا ہے کہ میں چودھری صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کروں۔ میں چودھری حنیف صاحب کی خدمت میں مبارک پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بیسویں سکیل سے نوازا۔ نہ صرف ان کو بلکہ پوسٹ کی اپ گریڈیشن بھی ہو گئی ہے اور دوسری مبارک یہ کہ آپ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن کے پریزیڈنٹ بھی منتخب ہوئے ہیں۔ یہاں پر ہمیں بلایا گیا اور اتنے صاحبان علم سے ہماری ملاقات کروائی گئی۔ میاں صاحب کی یہ نوازش ہے کہ اکثر وہ اس طرح کی نوازشیں کرتے رہتے ہیں۔ آج بالخصوص لائبریری کے حوالے سے ان کی جو شفقت ہے یہ بڑی قابل ذکر اور قابل ستائش ہے کہ اتنے اہل علم حضرات یہاں تشریف فرما ہیں ان کی صحبت میں ہمیں بیٹھنے کا موقع میاں صاحب

Marfat.com

نے فراہم کیا ہے میں اپنی بات کا اس پر خاتمہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں بہت خوشی ہوئی اور چودھری صاحب کو ہماری طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔

آخر میں جناب چودھری محمد حنیف صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور اپنی تمام ترقیات کا سہرا میاں صاحب کے سر باندھا کہ ان کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لائق کیا ورنہ میری یہ اوقات نہ تھی۔ میاں صاحب کی دعائیں میرے شامل حال رہیں اور میں ترقی کے مراحل طے کرتا گیا اب تک ان کی شفقتیں پنجاب یونیورسٹی لائبریری پر جاری ہیں اور وہ ایک طرف کتابوں کے ہدیے بھیجتے رہتے ہیں اور دوسری طرف اساتذہ اور لائبریری کے عملے کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ میری پوسٹ کی اپ گریڈیشن بھی میاں صاحب ہی کی دعاؤں کے صدقے ہوئی ہے کیونکہ آپ چند روز پہلے تشریف لائے تھے اور اس مقصد کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔

بعد میں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے رضا اکیڈمی انٹرنیشنل یو کے کی شائع کردہ مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ایک ایک سیٹ مع ماہنامہ "جہان رضا" کے تازہ شمارے کے لائبریرین حضرات کو بلا تمیز سابقہ و موجودہ پیش کیا اور دو سیٹ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے کولیکشنز کے لیے چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے حوالے کیے۔

1. Hadir and Nazir by Dr. Prof. Muhammad Raza.

2. How Muslims can achieve Unity by Dr. Prof. Muhammad Haroon

3. Encylopaedia Imam Ahmad Raza Khan (Vol. 1) by Pir Muhammad Ilyas Qadri and Amina Baraka.

تقریب کے اختتام پر شرکاء حضرات جونہی لائبریری سے باہر آئے تو داخلی دروازے کے سامنے حکومت ایران کی طرف سے قائم کردہ اطاق ایران شناسی کی طرف پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے توجہ مبذول کرائی اور بتایا کہ حکومت ایران نے پنجاب یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں ایران شناسی کا ایک سیل بنام "اطاق ایران شناسی" تعمیر کروایا جس کی زیب و زینت پر کثیر رقم صرف کی اور اس کے در و دیوار پر ایرانی خطاطین سے اشعار لکھوا کر بھی مزین کروائے اور اس اطاق میں ایرانی مطبوعات اور دیگر کتب حوالہ جات بھی ایران سے بھیجیں جن میں ایرانی ادب سے متعلق ایک کمپیوٹر اور دیگر جدید آلات معلومات فراہم کیے ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ایک

Marfat.com

انگریز محقق ولیم پوپ نے اپنی ساری زندگی ایرانی آرٹ خصوصاً فن تعمیر پر صرف کر دی اور اس موضوع پر اپنی تحقیقات کئی جلدوں میں مرتب کر کے بہترین تصاویر کے ساتھ شائع کی جو تعجب ہے کہ اس اطاق ایران شناسی میں موجود نہیں اس ایرانی تہذیب کے عاشق نے یہ وصیت کی کہ میرے مرنے پر میری قبر حافظ شیرازی کے مزار کے ساتھ بنادی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جس پر ایک مفصل مقالہ سندھی زبان میں پیر سید حسام الدین راشدی مرحوم نے لکھا جو مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد سے شائع شدہ ایک کتاب ''ایران پاکستان تعلقات کے موضوع پر'' میں شامل ہے۔ جن لوگوں نے ظہرانے میں شرکت کی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (مدیر ماہنامہ جہان رضا لاہور و مہتمم مکتبہ نبویہ لاہور)

۲۔ چودھری محمد حنیف، چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس، لاہور

۳۔ ڈاکٹر محمد رمضان، چیف لائبریرین لمز لاہور

۴۔ محمد انور، چیف لائبریری آفیسر UMT لاہور

۵۔ شاہد سرویا، لائبریرین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی لاہور

۶۔ حامد علی، لائبریرین اورینٹل سیکشن پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۷۔ ہارون عثمانی، ڈپٹی چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور

۸۔ سید جمیل احمد رضوی سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور

۹۔ ملک محمد صدیق سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور

۱۰۔ محترمہ مس خالدہ اختر سابقہ چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور

۱۱۔ پروفیسر علیم تفضل، اسسٹنٹ ڈائریکٹر ڈی پی آئی کالجز

۱۲۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی، صدر شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

۱۳۔ محمد عالم مختار حق، سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ، لاہور

۱۴۔ محبوب عالم تھابل (ریٹائرڈ) ڈپٹی جی ایم، پی ٹی سی ایل

۱۵۔ محمد معروف احمد شرقپوری (ایڈیٹر ان چیف روزنامہ شیر ربانی و سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ، انگریزی)

۱۶۔ محمد آصف (پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے صاحبزادے)

۱۷۔ حاجی محمد حیات نقشبندی مجددی (مصنف ''روحانیت کی جستجو'')

Marfat.com

رسائل درد فاع حضرت شیخ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کا تعارف

حوزۂ نقشبندیہ نے مخطوطات سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت کا ایک جامع پروگرام بنایا ہے جس کے تحت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے دفاع میں لکھی جانے والی کتب کی اشاعت بھی شامل ہے۔ اس کے تحت رسالہ درد فاع حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی مولفہ حضرت شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی، بہجۃ النظار فی براءت الابرار مولفہ معین ٹھٹھوی، رسائل قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور رسائل درد فاع حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نوشتہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری وغیرہ شامل ہیں جن پر پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کا لکھا ہوا تحقیقی مقدمہ اس وقت ان مجالس کی روداد کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے کیوں کہ ان مجالس میں ان کتب کا متعدد مرتبہ ذکر بھی آیا ہے، دوسرے احباب کی آراء بھی معلوم ہو جائیں گی۔ تاہم سکالرز حضرات کے استفادہ کے لیے فی الحال مولانا وکیل احمد سکندر پوری کے رسائل کی عکسی نقول حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کے ذخیرہ کتب (پنجاب یونیورسٹی لائبریری، قائداعظم کیمپس، لاہور) میں رکھ دی گئی ہیں۔ انہیں مناسب وقت پر شائع کر دیا جائے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

مولانا وکیل احمد سکندر پوری

مولانا وکیل احمد سکندر پوری تیرھویں صدی ہجری / انیسویں صدی عیسوی کے نامور عالم، صوفی، مؤلف کتب کثیرہ اور شاعر تھے۔

مولانا وکیل احمد کی ولادت ۹ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء کو موضع دلپت پور ضلع سارن[1] میں ہوئی جو ان دنوں اتر پردیش کے مشرقی اضلاع کے سرحدی ضلع بلیا کا ایک قصبہ ہے ۶۴ سال کی عمر میں ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء کو حیدر آباد دکن میں انتقال ہوا[2] اور وہیں آسودۂ خاک ہیں۔

مولانا سکندر پوری نسباً فاروقی تھے۔ آپ کے اجداد میں شیخ مبارک مدنی چشتی فاروقی (ف ۱۰۱۶ھ) نے ہندوستان آکر قصبہ سکندر پور میں قیام فرمایا وہیں آباد ہو گئے، ان کی ساری اولاد نے وہیں بود و باش اختیار کر لی، مولانا وکیل احمد نے یہیں سکندر پور میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ مولوی ولی الحسنین سے حاصل کی ۱۲ سال کی عمر میں جونپور چلے گئے جہاں خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین شاہ غلام معین الدین[3] (ف ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء)، اس کے بعد مولانا محمد عبدالعلیم آسی[4] (۱۲۵۰-۱۳۳۵ھ / ۱۸۳۴-۱۹۱۶ء) سے جو مولانا وکیل احمد کے چچا زاد بھائی بھی تھے، جونپور ہی کے مدرسہ منشی محمد امام بخش میں داخل ہوئے جہاں کے صدر مدرس مشہور عالم دین مولانا محمد عبدالحلیم فرنگی محلی (ف ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۷ء) کی خدمت میں درس نظامیہ کی بعمر ۱۹ سال تکمیل کی، مولانا عبدالحلیم مذکور نے اپنے اس ہونہار متعلم کے لیے ملا جیون امیٹھوی (ف ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۷ء) کی اصول فقہ پر کتاب "نور الانوار" شرح منار پر "قمر الاقمار" کے نام سے ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء کو حاشیہ لکھا اس وقت مولانا سکندر پوری کی عمر ۱۸ سال تھی، یہ حاشیہ یہاں کے

۱۔ محمد ادریس نگرامی: تذکرہ علمائے حال ۹۷، عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۸/۵۱۷)

۲۔ نزہۃ الخواطر ۸/۵۱۸، امیر احمد فاروقی: مولانا وکیل احمد سکندر پوری، مقالہ مشمولہ بصائر، کراچی جنوری ۱۹۶۷ء ص ۴۷

۳۔ شاہ غلام معین الدین کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: سمات الاخیار ۱۳۵-۱۶۴

۴۔ مولانا عبدالعلیم آسی کے حالات کے لیے دیکھیے: سمات الاخیار ۱۷۲-۲۰۴، کاظم ہاشمی: حضرت آسی غازی پوری، حیات اور شاعری، پٹنہ ۱۹۸۴ء

Marfat.com

متعدد مطابع سے چھپنے کے علاوہ مصر سے بھی طبع ہو چکا ہے۔ مولانا فرنگی محلی فرماتے ہیں:

عندقراۃلفطین الامحدلمولوی وکیل احمدمن سُکانِ اسکندرفور

صانہااللہ عن الشرور ذالک الشرح علی وترددوہ الّی م ۱

مولانا عبدالحلیم کے فرزند گرامی اور معروف عالم و محقق مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے مولانا سکندر پوری کو اپنے والد کے شاگردوں میں سب سے بہتر، سب سے افضل پرکھ رکھنے والے، علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع قرار دیا ہے۔ ۲

ان اساتذہ کے علاوہ مولانا سکندر پوری نے مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی، مولوی معین الدین کڑوی سے علم دین اور علم طب کی مولوی حکیم نور کریم دریابادی اور مولوی سید انور علی سے تحصیل کی ان کے علاوہ مولوی رحمت اللہ، مولانا محمد نعیم لکھنوی اور مولوی امام الدین لاہوری سے بھی اسناد فراغت حاصل کیں ۳۔ جون پور میں کچھ عرصہ مطب کیا، لیکن جلد ہی اسے ترک کر کے حیدر آباد دکن روانہ ہو گئے۔ حسن اتفاق سے آپ کے استاد گرامی مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی ان دنوں وہاں مدرسہ نظامیہ میں فرائض تدریس وافتا پر فائز تھے۔ مولانا وکیل احمد ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء کو جب حیدر آباد گئے تو سیدھے اپنے استاد کی خدمت میں پہنچے وہیں قیام کر لیا ۴۔ اس وقت نواب افضل الدولہ بہادر دکن کے حکمران تھے۔ مولانا سکندر پوری نے ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ سے ملازمت کا آغاز کیا اور عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) کے جج کے منصب سے سبکدوش ہو کر وظیفہ یاب ہوئے ملازمت تقریباً ۲۹۔۳۰ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ ۵

مولانا وکیل احمد سکندر پوری جتنے بڑے عالم و متکلم تھے اتنے ہی عظیم صوفی بھی تھے۔ آپ نقشبندی مجددی سلسلہ کے معروف بزرگ مولانا میر اشرف علی بن میر سلطان علی سے بیعت تھے، شیخ اشرف علی فن ادب وتصوف، حدیث، اسماء الرجال اور فقہ میں یدطولیٰ رکھتے

۱۔ عبدالحلیم فرنگی محلی: نورالانوار حاشیہ قمر الاقمار ۴

۲۔ محمد رضا انصاری: ''ایک ذہین مصنف'' مقالہ مشمولہ نذر مقبول ۷

۳۔ تذکرہ علمائے حال ۹۷

۴۔ محمد رضا انصاری: ایک ذہین مصنف ۶۔۷

۵۔ ایضاً، امیر احمد فاروقی: مولانا وکیل احمد سکندر پوری (محولہ سابقہ) ۵۸

Marfat.com

تھے۔ان کے والد گرامی معروف مجاہد ٹیپو سلطان شہید کے ہاں ملازم تھے۔اسی طرح میر اشرف علی بھی فن سپاہ گری میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔آخر دنیا ترک کر کے سلوک و معرفت حاصل کی، طبیعت میں استغنا حد درجہ کا تھا حیدر آباد دکن کے نواب افضل الدولہ آصف جاہ خامس ملقب بہ مغفرت مکان جو سخاوت اور فقراء نوازی میں مشہور تھے۔کئی باران سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا لیکن انہوں نے اپنے توکل کے باعث انکار کردیا، جب حیدر آباد میں وبا پھوٹی تو مولانا وکیل احمد سکندر پوری ان سے ملنے کے لیے گئے۔پہلے ان کے چہرہ پر پریشانی کے آثار تھے پھر اطمینان قلب نصیب ہوا، موصوف کوئی کام اپنے شیخ حضرت شاہ سعد اللہ حیدر آبادی نقشبندی کی اجازت کے بغیر نہیں کرتے تھے۔مولانا میر اشرف علی حضرت شاہ سعد اللہ (ف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) کے خلیفہ تھے۔جو علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے تھے پھر انہیں حیدر آباد دکن میں مامور کیا گیا، موصوف سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ میں مجاز تھے۔نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع غفران منزل ان کا معتقد تھا۔بارہا ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا لیکن آپ نے اجازت نہ دی، ان کے خلفاء میں سے مولانا میر اشرف علی کے علاوہ مولوی محمد عثمان، مولوی نیاز محمد بدخشانی، مولوی حسن علی، مولوی عبدالرحیم واعظ، میر عبدالوہاب، میر رفعت علی، شاہ محمد مسکین اور محمد نواز، قابل ذکر ہیں جن سے ان سلاسل کے فیوض و برکات دکن کے علاوہ کئی دوسرے علاقوں میں بھی پہنچے (ہدیہ مجددیہ ۳۳۱) حاجی سعد اللہ کا مدفن حیدر آباد دکن میں مرجع خلائق ہے۔آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے جو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے مشہور جانشین تھے۔(مقامات مظہری ۵۵۲، ۵۸۲)۔

مولانا وکیل احمد سکندر پوری کے چچازاد بھائی محمد عبدالعلیم آسی (تاریخی نام ظہور الحق) (۱۲۵۰۔۱۳۳۵ھ/۱۸۳۴۔۱۹۱۶ء) بھی ایک ذی علم بزرگ اور اردو کے شاعر تھے ان کا تخلص آسی تھا، وہ خانقاہ رشیدیہ جونپور کے سجادہ نشین رہے، ان کا عارفانہ مجموعہ کلام "عین المعارف" کے نام سے سید شاہد علی رشیدی سجادہ نشین درگاہ رشیدیہ جونپور نے مرتب کیا جو کراچی سے ادارہ یادگار آسی غازی پوری سے ۱۹۸۸ء کو طبع ہوا، آسی کی حیات اور شاعری پر کاظم ہاشمی کی کتاب پٹنہ سے ۱۹۸۴ء کو شائع ہوئی تھی۔نیز دیکھیے علی شیر خان: اردو ادب کے ارتقاء میں غازی پور کی خدمات

Marfat.com

(۱۰۵-۱۶۱)۔

مولانا وکیل احمد سکندر پوری کا سلسلہ نسب حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک واصل ہوتا ہے، اور آپ بھی حضرت مجدد الف ثانی کے جد اعلیٰ ناصر ابن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں یعنی مولانا وکیل احمد سکندر پوری بن مولانا قلندر حسین بن محمد وسیم بن محمد عطاء بن محمد بزرگ بن......۲ گویا شجرہ یوں ہے:

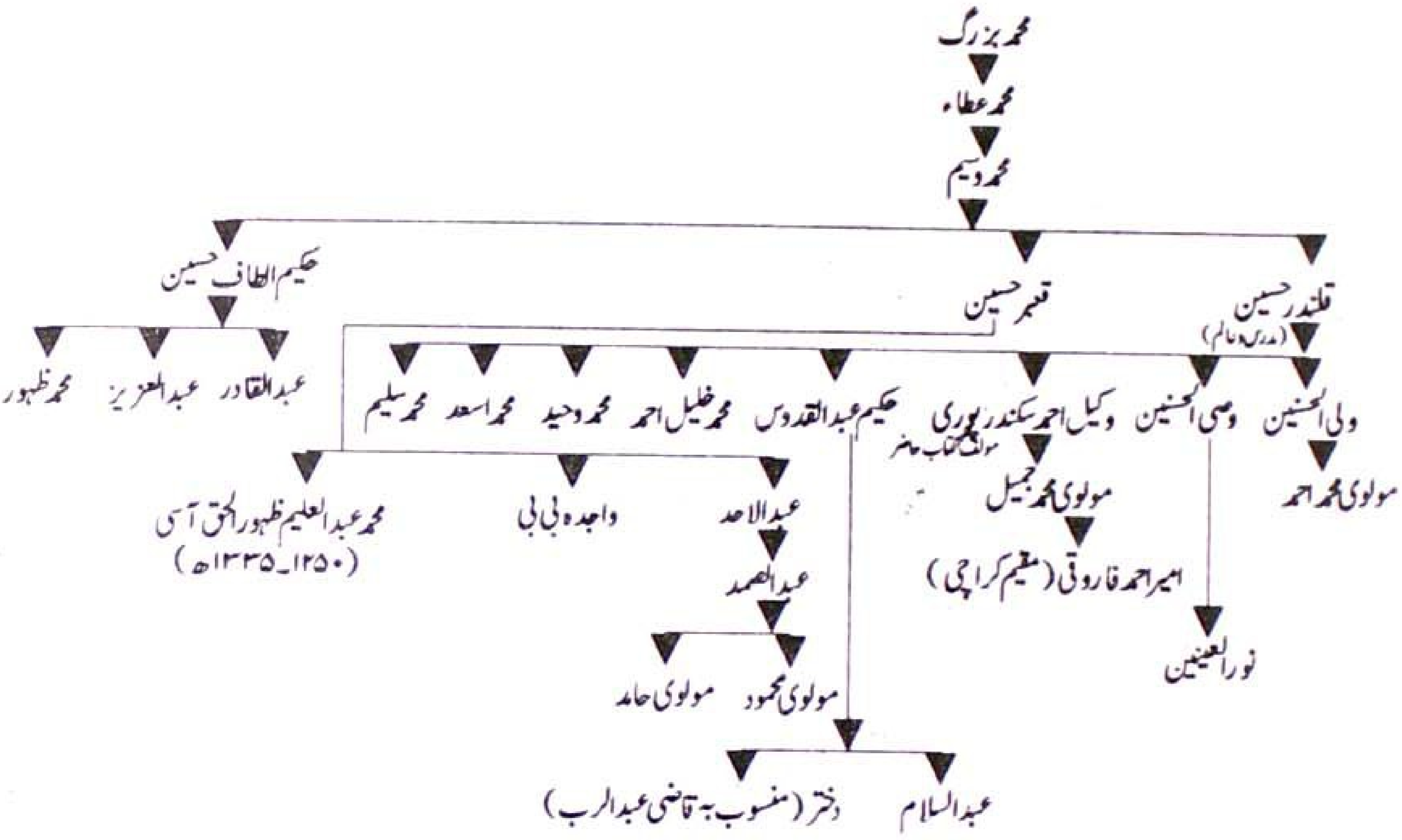

مولانا سکندر پوری کی زندگی بہت ہی مصروفیت سے عبارت تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے تصنیف وتالیف کا شغل جو علماء کا بنیادی فریضہ ہے ترک نہ کیا اور موصوف تقریباً ایک سو کتابوں کے مولف قرار پائے۔

مولانا وکیل احمد کا عہد علمی واعتقادی، سیاسی اور تمدنی اعتبار سے انقلابی اور ہنگامہ خیز تھا وہ قدیم مسائل جو کتابوں کی زینت تھے ان کے عہد میں ہندوستان کی علمی محفلوں کی جان بن گئے اس کے علاوہ بہت سے نئے مسائل پیدا ہو گئے جن سے مذہبی ذہنوں میں ہیجان برپا ہو گیا جس سے عام ذہنوں کے لیے اضطراب کی کیفیت نے جنم لے لیا تھا۔ اس عہد کا سب سے بڑا مسئلہ اعتقادات کا تھا جس پر اتنی بحثیں ہوئیں کہ ملک مناظرہ، مجادلہ اور مکابرہ کا اکھاڑہ بن کر رہ گیا۔

گزشتہ گیارہ صدیوں سے عالم اسلام حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلکوں میں تقسیم ہوتا رہا

Marfat.com

یعنی انہوں نے ائمہ اربعہ کی تقلید کو اپنا دستور حیات بنائے رکھا، لیکن ان آخری صدیوں میں نئے مبلغین نے تقلید اور عدم تقلید کی بحثیں چھیڑ دیں۔

ایک بہت بڑی لہر عدم تقلید کے ماننے والوں کی جو اپنے آپ کو اہل حدیث سے تعبیر کرتے تھے۔ اس دور میں اٹھی اور یہ دعویٰ کیا کہ ائمہ اربعہ اور خاص طور پر امام ابوحنیفہ کے فقہی مسلک کو جس کے ہندوستان میں ننانوے فیصد مسلمان پیروکار تھے بری طرح متاثر کیا۔ اب دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے رد میں اتنی کتابیں لکھیں کہ دور آخر میں غیر مقلدین کے ملجا و ماویٰ اور ترجمان وہابیہ کے مولف نواب محمد صدیق حسن خان (۱۸۳۲۔۱۸۹۰ء) کو بھی اپنی خودنوشت سوانح میں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اس معاملہ میں دونوں فریقوں نے زیادتی کی ہے[1]۔ علماء تعمیری و تحقیقی کام چھوڑ کر اس رد و قبول کے سیلاب میں بہ گئے اور تحقیقی کام جاتا رہا۔ مولانا فضل رسول بدایونی (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کو تادم واپسین رد وہابیہ میں مصروف رہنا پڑا، نزع کے عالم میں اپنے فرزند مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا اعداء دین (وہابیہ) کا کوئی رسالہ ایسا تو باقی نہیں رہا جس کا ہم نے جواب نہ لکھا ہو اور ہمارے بعد عوام اہل اسلام کو باعث تشویش ہو تو اس کا جواب نفی میں دیا گیا[2]۔

بھلا ان حالات میں مولانا وکیل احمد سکندر پوری جیسا حساس دل و دماغ کا عالم اپنے دامن کو کیسے بچا سکتا تھا۔ مولانا نے بھی بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا اور غیر مقلدین کی خوب خبر لی اس سلسلہ میں ان کے ایک معاصر مولانا عبدالحی حسنی کا بیان قابل توجہ ہے کہ مولانا سکندر پوری اہل حدیث اور سید احمد شہید بریلوی کے اصحاب "نکیر" تھے لکھتے ہیں:

> شدید الرغبة الى المباحثه، كثير النكير على اهل حدیث وعلى الفئة الصالحة من اصحاب سيدنا الامام الشهيد السيد احمد بن عرفان الحسنى البريلوى[3]

مولانا سکندر پوری کی اکثر تصانیف انہی اختلافی مسائل پر مشتمل ہیں اور بہت ہی حسن و خوبی کے ساتھ آپ نے ان موضوعات پر عمدہ تحقیقات پیش کی ہیں ان کتب میں سے رسالہ ابطال

---

[1] ابقاء المنن ۶۳ رد تقلید پر کمر ہمت باندھی تحریر و تقریر میں استعمال سب و شتم بلکہ لعن طعن کا ہوا، میں نے رد تقلید میں بہت کچھ لکھا (ایضاً ۶۵) [2] ضیاء، محمد یعقوب: اکمل التاریخ ۱۴۰/۲۔ [3] عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵۱۷/۸

Marfat.com

(بجواب ابطال الاباطیل بردالتاویل العلیل لنواب صدیق حسن خان) عربی، عقدالدرر (ردوہابیہ)عربی، فتح الاسلام علی العلماء (عربی) وہابی نامہ (فارسی) معین الطالبین (ردوہابیت) فارسی' اصباح الحق الصریح عن احکام المحدث الحسن القبیح (بجواب ایضاح الحق تالیف مولانا محمد اسماعیل دہلوی) اردو، تبصرہ (تحریک وہابیت کا پس منظر مع مسلک اہل سنت) سبحہ رضیہ (درجواز محفل میلاد)، صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان (دراثبات میلاد) اردو، ناصح مشفق (مثنوی درردوہابیہ اردو، نصرۃ المجتہدین بردھفوات غیرالمقلدین (اردو)، نتیجہ (ردوہابیہ بزبان اردو) کا موضوع ہی ردوہابیہ ہے۔اسی طرح فکر جدید کے علم بردار سرسید احمد خان کے خلاف بھی مولانا سکندر پوری نے عربی میں ارشادالرغادالی مسلک حجۃ اخبارالآحاد (سرسید کی تہذیب الاخلاق کا جواب) اس کے علاوہ فارسی میں افادہ علی جرح العبادۃ (یہ بھی سرسید احمد خان کے تہذیب الاخلاق کے رد میں ہے) تہذیب الاخلاق ہی کے جواب میں مولانا سکندر پوری نے اردو میں محدد لجہات المجد دتالیف کی تھی یہ تینوں کتابیں کئی بار طبع ہو چکی ہیں۔

ان کتب کے علاوہ عربی میں صامت (بجواب میر باقر داماد)، شمس الضحیٰ (نعت) مراۃ الراری بشرح الاقراری شرح بوجز اقراری، ازالۃ المحن عن اکسیرالبدن، تقع المامون بدفع الطاعون، نورالعینین فی تفسیر ذی القرنین، فارسی زبان میں مساق الاطباء بیڑہ تنبول، تذکرۃ اللبیب فیمایتعلق بالطب والطبیب، تریاق فاروق، دافع الوبا، یاقوتی، ماقوتی، کتاب اسرار، گنج شائیگان، لذت الوصال، رسالہ انبہ، تقریر دلپذیر، خاتم سلیمانی، معیارالصرف، مغفرت نامہ (جواب اعتراضات مولانا محمد باقر آگاہ بسلسلہ اعتراضات بر مولانا عبدالعلی بحرالعلوم) مناجات، مکاتبہ حاشیہ کشف المکتوم، (مولانا سعد اللہ لکھنوی اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کے مابین تصوف کے موضوع پر مباحث)

اردو زبان میں مولانا سکندر پوری نے مندرجہ ذیل کتب یادگار چھوڑی ہیں آئینہ چینی (ترجمہ تاریخ یمینی) اخبار نُحات، اعتماد بخطای اجتہاد، تحقیق (درمسئلہ ایمان یزید) تذکرۃ العشائر (مولانا سکندر پوری نے اپنے اجداد کے حالات لکھے ہیں) جلاء المعیون ترجمہ الشفاء الغیون، شمائم عنبریہ درمدح خیرالبریۃ، رسالہ چیچک، دستورالعمل، عمادالاسلام درذکر امیر شام، لمعہ

Marfat.com

نور، مہر انور رفقہ اکبر، مقدمہ مہرانور (اس میں بہ تحقیق ثابت کیا گیا ہے کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ دوسرے ابوحنیفہ بخاری کی تصنیف ہے)۔ نقل مجلس (روداد مناظرہ مابین مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی ومولانا مفتی اسداللہ الٰہ آبادی) وسیلہ جلیلہ (توسل کے جواز میں بہترین کتاب ہے) ہدایا (ترجمہ وصایائے امام ابوحنیفہؒ) یاقوت الزمانی شرح مقامات بدیع الزمان ہمدانی، فیصلہ عدالت شرعی فتاوی عالمگیری، مرانجہ (معانقہ اور مصافحہ کا اسلامی طریقہ) عمدۃ المطالب (در بحث ایمان حضرت ابوطالب) تنبیہ مخالفین (مسائل اہل سنت اور طریقہ حنفی کے مطابق نماز کے موضوع پر ہے)۔

تنقیح البیان (درحمایت تعلیم نسواں) علم النفس، سوانح حیات (مولانا سکندر پوری نے اس میں اپنے خودنوشت حالات لکھے ہیں) طبع نہیں ہوسکی۔

ان کتب کے علاوہ عربی میں حد العرفان (فلسفۂ تصوف)، حدیقۃ العرفان بتخریج احادیث گلستان وبوستان، شرح فقہ الاکبر، عقد الدرر (وہابی تحریک کے خلاف) تبصرۃ الشیخ والشاب (افکار شیخ اکبر ابن عربی پر تبصرہ) اردو کتب میں سے رسالہ تحقیق (در مسئلہ طعن بر یزید) بھی آپ کی تالیفات میں سے ہیں۔

آپ شاعر بھی تھے فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے آپ کا فارسی دیوان ۱۳۰۶ھ کو لکھنو سے طبع ہوا تھا جو دراصل نواب صدیق حسن خان کے دیوان نفح الطیب کے جواب میں ہے نواب صاحب کے دیوان کا موضوع عربی وفارسی ادب کے بجائے رائے، خرد، اجماع اور تقلید کی مذمت میں ہے مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے ہر نظم کا ترکی بہ ترکی جواب دیا ہے اور بہت ہی مزے لے لے کر طنز ومزاح کیا ہے ان کے بعض دیگر منظوم رسائل کے علاوہ فارسی میں خوان یغما (مثنوی بجواب من وسلویٰ مصنفہ مفتی عباس شوستری) بھی طبع ہو چکی ہے۔

ان کے علاوہ عمدۃ الکلام بجواز کلام الملوک ملوک الکلام، ازالۃ اللحن عن اکسیر البدن، ارشاد العنود الی طریق ادب عمل المولود، الکلام المقبول فی اثبات اسلام آباء الرسول، تشیید المبانی بالنکاح الثانی، دافع الشقائق عن اعجاز الانشقاق، ادحاضات شرح ایماضات، ازوجار بجواب اشتہار، بصائر ترجمۃ الاشباح والنظائر کا ذکر صاحب نزہۃ الخواطر (۵۱۸/۸) نے

Marfat.com

کیا ہے اور آپ کے معاصر مولانا محمد ادریس نگرامی نے آپ کی سب سے زیادہ تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل کے نام بھی لکھے ہیں۔

تقویم الاسلام، تنقیح البیان بجواز تعلیم کتابت النسوان، تصحیح فتاوی علماء زمان بجواز تعلیم کتابت النسوان، رسالہ اذان، زبدۃ التحریر، (تذکرہ علمائے حال ۹۷۔۹۸)۔

مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ/۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) کے دفاع میں تین ضخیم اور معرکہ آرا کتابیں تصنیف کی تھیں اول ہدیہ مجددیہ دوم انوار احمدیہ اور سوم الکلام المنجی بردایرادات البرزنجی جن کی تفصیل اس طرح ہے

ہدیہ مجددیہ، یہ کتاب دراصل حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف آپ کے معاصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کے رسالہ اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے شیخ محدث کو حضرت مجدد الف ثانی کے بعض مکاشفات وعرفانی مندرجات پر شکوک وشبہات پیدا ہو گئے وجہ یہ ہوئی کہ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مرید حسن خان افغان کسی بات پر آپ سے ناراض ہو گیا اور آپ کے مکتوبات کے بعض اجزاء اپنے ساتھ لے گیا اس نے قصداً ان میں تحریف کر کے اس وقت کے اکابر علماء کے پاس بھیجے وہ دہلی بھی آیا اور نقشبندی سلسلہ کی مرکزی خانقاہ حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) اور حضرت شیخ محدث کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ محرف مکتوبات دکھائے یہ دونوں بزرگ بغیر تحقیق احوال کے حضرت مجدد الف ثانی سے کبیدہ خاطر ہو گئے، حضرت شیخ محدث نے باقاعدہ ایک طویل مکتوب بصورت اعتراضات لکھا جسے اس وقت مخالفین نے خوب شہرت دی۔ جب حضرت مجدد الف ثانی نے اصل مکتوبات ان حضرات کو ارسال کیے تو ان کے شکوک وشبہات رفع ہو گئے اور آپ نے اپنے خیالات سے رجوع کر لیا، اور صفائی باطن پر باقاعدہ خط لکھ کر اظہار کیا آپ کا یہ مکتوب آپ کی کتاب اخبار الاخیار کے آخر میں شامل ہے اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی نے خواجہ حسام الدین احمد مذکور کو ایک خط جلد سوم۔ مکتوب نمبر ۱۲۱ لکھ کر باقاعدہ برادرانہ شکوہ کیا ہے کہ شیخ محدث نے مجھے خط لکھنے کے بجائے میری بدنامی کی اور اس قسم کا خط دوسروں کو لکھا حضرت شیخ محدث کی صفائی باطن اور رجوع کے باوجود کئی اصحاب نے اس رسالہ

Marfat.com

کے اعتراضات کے جواب میں مدلل رسائل لکھے جن میں ملا معین ٹھٹھوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ غلام علی دہلوی اور آخری رسالہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری کا ہدیۂ مجددیہ ہے۔ جس کا پس منظر اس طرح ہے:

مخالفین کی مخالفت کا ہر دور میں ہر مخلص محب دین اسلام کو سامنا کرنا پڑا ہے سوال یہاں یہ تھا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے ذی علم بزرگ جو حضرت مجدد الف ثانی کے برادر طریقت بھی تھے کیوں کر مخالف بنے؟

یقیناً حضرت شیخ محدث کی خدمت میں سب مخالفین نے مکاتیب محرفہ ارسال کیے اور خود بھی حاضر ہوئے اور شیخ ان سے متاثر ہو گئے دراصل اس وقت شکست خوردہ ذہنیت کا آپ کے خلاف پروپیگنڈہ اس قسم کا تھا کہ حضرت شیخ محدث جیسے بزرگ نے بھی تحقیق احوال نہ فرمائی اور مذکورہ مکتوب لکھ دیا جب اس کے جواب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے حضرت شیخ کی خدمت میں اپنے اصل مکاتیب ارسال فرمائے تو شیخ کو اطمینان ہوا، غور فرمایئے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے جواب میں کوئی تردیدی رسالہ خود تالیف نہیں کیا کیوں کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ حضرت شیخ محدث جیسے بزرگ کو جب حقیقت حال کا علم ہوگا تو وہ اپنے خیالات سے رجوع کر لیں گے۔

حضرت شیخ محدث کے مکتوب اعتراضات کو مخالفین نے اتنی شہرت دی کہ ملک کے دور دراز علاقوں تک اہل علم وعرفان کو حیرت ہوئی اہل صدق ویقین نے اس مکتوب کو شیخ محدث کی اپنی تحریر ماننے سے انکار کر دیا، سندھ کے معروف عالم ملا معین ٹھٹھوی نے جب شیخ محدث کے اعتراضات کے جواب میں رسالہ لکھا تو اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود وہ اس امر کے قائل نہیں تھے کہ یہ واقعی شیخ محدث کی تحریر ہے، تاہم اس رسالہ اعتراضات کے جواب میں عہد شیخ محدث سے لے کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰/ ۱۸۲۴ء) بلکہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری تک رسائل لکھے گئے، سب نے شیخ محدث کے ان خیالات سے رجوع کرنے اور اپنا مکتوب اعتراضات واپس لینے کا ذکر کیا ہے، حضرت شیخ محدث نے اپنے مجموعہ مکاتیب میں بھی اس مکتوب کو شامل نہیں کیا۔

Marfat.com

جب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں صفائی حاصل ہوگئی اور یہ صفاء باطن الہامی طور پر بھی تھا تو آپ نے ایک خط حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے جانشین اور سلسلہ نقشبندیہ کی مرکزی شخصیت حضرت خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) کو ایک مکتوب کے ذریعہ اپنی اس صفائی کے بارے اطلاع دی، فرماتے ہیں:

آج کل میاں شیخ احمد سلمہٗ (مجدد الف ثانی) سے اس فقیر کی صفائی حد سے بڑھی ہوئی ہے ہمارے مابین کوئی پردۂ بشریت یا کوئی غبار جبلت باقی نہیں رہا اس امر سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ طریقہ شریفہ کی رعایت اور عقل و انصاف کے تقاضوں کی رو سے ایسے عزیزوں اور بزرگوں سے بد ظن نہ ہونا چاہیے میں کہتا ہوں کہ اب جو کچھ بطریق ذوق و وجدان و غلبہ کے میرے دل میں آیا ہے اس کے بیان کرنے سے میری زبان قاصر ہے پاک ہے اللہ دلوں کا پلٹنے اور احوال کا بدلنے والا، ظاہر بین افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور کیا کیفیت ہے۔ (اخبار الاخیار ۳۲۶، مقامات خیر ۴۸)

رجوع کی روایت نقشبندی اور دیگر سلاسل کے مشائخ میں مشہور ہو چکی تھی، حضرت شیخ کے ایک معاصر چشتی بزرگ شیخ فتح محمد فتح پوری نے "مناقب العارفین" میں اس رجوع کا ذکر کیا ہے وہ حقیقت احوال سے آگہی کیلیے خود دہلی آئے اور حضرت شیخ کے فرزند رشید شیخ نور الحق مشرقی سے ملے اور مل کر حضرت شیخ کے حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں اپنے خیالات سے رجوع کا ذکر کیا (حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ۱۴۱)

ان دونوں حضرات کے خانوادوں میں بھی آپس کے مراسم یہی ثابت کرتے ہیں کہ ان حضرات کے مابین کسی قسم کا اختلاف باقی نہیں رہا تھا حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند اصغر شاہ محمد یحیی نے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد حدیث کی سند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے لی تھی (مقامات معصومی ۲۶۴/۴)

Marfat.com

خود شیخ نور الحق مشرقی بن شیخ محدث آگرہ میں حضرت مجدد الف ثانی سے ملے تھے (زبدۃ المقامات ۳۰۷)' معاصر مولف خواجہ محمد ہاشم کشمی نے براہ راست شیخ محدث سے روایت کی ہے کہ شیخ محدث نے حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مخالف کو قرآن مجید کی ایک آیت کی دلیل سے مخالفت سے روکا اور منع کیا (زبدۃ المقامات ۳۵۶)

حضرت شیخ نور الحق مشرقی بن حضرت شیخ محدث بھی حضرت خواجہ باقی باللہ کے تربیت یافتہ اور مجاز تھے اسی طرح خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ باقی باللہؒ حضرت شیخ محدث کے شاگرد تھے (زاد المعاد از خواجہ کلاں ۲۰۲) جو اس امر کا ثبوت ہے کہ ان حضرات کے مابین وقتی نزاع ختم ہو چکا تھا پھر حضرت شیخ محدث کی دختری اولاد میں سے مولانا محسن دہلوی (ف ۱۱۴۷ھ/۱۷۳۰ء) حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے (مقامات معصومی ۴۹۸/۳، ۴۱۷/۴) حضرت میرزا مظہر جان جاناں جن کی ساری زندگی دہلی میں دعوت و ارشاد میں بسر ہوئی جو حضرت شیخ محدث کے رجوع کے قائل تھے (مقامات مظہری' ۴۳۸-۴۴۲) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ء/۱۸۲۴ء) جنہوں نے ۴۵ سال تک دہلی میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا درس دیا تھا ان تک رجوع کی روایت پہنچی تھی اور انہوں نے شیخ محدث کے رسالہء اعتراضات کے جواب میں ایک رسالہ لکھ کر اس رجوع کا نہ صرف تذکرہ کیا بلکہ دونوں حضرات کے مابین رشتہ مودت و اخوت کا بھی ذکر کیا ہے۔

خود حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب (۲۹/۲) میں حضرت شیخ محدث کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وجود شریف ایشان دریں غربت اسلام و اہل اسلام مغتنم است"

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے آخری ایام حیات میں خواجہ حسام الدین احمد کو جو خطوط لکھے تھے ان میں سے ایک مکتوب میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا نام لیے بغیر یہ برادرانہ شکوہ کیا ہے کہ انہوں نے مجھے براہ راست لکھنے کی بجائے محض شبہہ (بہ مجرد اشتباہ) کی بنا پر مجھ پر اعتراضات کر کے مشتہر کیا اور اس کی "شہر شہر منادی" کرائی۔ یہ کہاں کی دین داری ہے؟ میں نے کوئی بات بھی ایسی نہیں لکھی جس کی ابتداء و اختراع اس فقیر نے کی ہو۔۔۔ اس لیے یہ سارا "شور

Marfat.com

وغوغا'' کیسا ہے اگر کوئی ایسا لفظ مجھ سے صادر ہو گیا تھا جو ظاہر علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا تھا تو تھوڑی سے توجہ سے اس کی شریعت کے مطابق تاویل کر لیتے، اسی مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ آپ کے مکتوب سے یہ مفہوم بھی ہوتا ہے کہ اس عزیز (مکتوب الیہ مولانا محمد صالح کولابی) سے میرا مکتوب (۸۷/۱۳) سن کر آپ کے خادموں میں بھی ''اشتباہ وانحراف'' پیدا ہوا۔۔۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مشتبہ مقامات کو آپ خود حل کر لیتے اور اس فقیر پر نہ چھوڑتے اور فتنہ کو ختم کر دیتے دوسرے دوستوں سے کیا شکایت کی جائے کہ ان میں سے بعض نے شبہہ دور کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود ایسا نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کر لی۔[1]

جب مخالفین کی یہ شورش بڑھ گئی تو حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے معارف کے اصل مسودات حضرت شیخ محدث کی خدمت میں ارسال کیے جنہیں پڑھ کر آپ مطمئن ہو گئے اور اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا شیخ محدث نے رجوع کے سلسلے کا ایک مکتوب بھی ان اختلافات میں سب سے زیادہ نشانہ بننے والی شخصیت خواجہ حسام الدین احمد کے نام ارسال کیا تھا۔[2]

شیخ محدث علیہ الرحمۃ کا یہ مکتوب پڑھ کر خواجہ حسام الدین احمد کا ''غبار ملال'' تو جاتا رہا لیکن حاسدین ومخالفین کی کارروائیاں جاری رہیں، حضرت مجدد الف ثانی کے معارف کے خلاف کئی رسائل لکھے گئے اور معاندین کے جواب میں مخلصین نے بھی کئی کتابیں لکھیں۔[3]

ہر مخالف نے شیخ محدث کے رسالہ کو آڑ بنایا گویا حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث کے مابین اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن آپ نے ثابت قدمی کے ساتھ حالات ومعاملات پر غور فرمایا اور تعلقات معمول پر آ گئے۔

حضرت خواجہ کے دونوں فرزندان گرامی ابتدائی تعلیم کے بعد تکمیل کیلیے خواجہ حسام الدین احمد کی اجازت وتحریک پر سرہند گئے اور فراغت کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے

---

[1] مکتوبات ۳/۱۲۱/۵۶۶ [2] یہ مکتوب اخبار الاخیار کے مجتبائی ایڈیشن کے آخر میں خاتمہ کے طور پر شامل ہے، مخالفین کا الزام ہے کہ یہ مکتوب معتقدین کا خود ساختہ ہے آپ کے مجموعہ مکاتیب میں موجود نہیں ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ رجوع کے معاملہ کا یہ مکتوب کلیات خواجہ کلاں میں موجود ہے (روضۃ القیومیہ ۱/۲۱۱) جس سے مخالفین واقف نہیں ہیں۔ [3] ''حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں''، مقالہ مشمولہ جہان امام ربانی (جلد پنجم)

Marfat.com

خلیفہ کی حیثیت سے خانقاہ حضرت خواجہ میں تاحیات دعوت وارشاد میں معروف رہے، خواجہ حسام الدین احمد کے فرزند بزرگ خواجہ جمال الدین حسین بھی حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہوکر بہرہ یاب ہوئے حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند اصغر شاہ محمد یحیی کا عقد مبارک خواجہ کلاں کی صاحبزادی سے ہوا۔[1] گویا ان حضرات کے مابین وہ تمام اختلافات مخالفین ومعاندین کے پیدا کیے ہوئے تھے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رفع ہوگئے۔[2]

مولانا سکندر پوری کی دوسری اہم کتاب انوار احمدیہ فارسی میں ہے اس کتاب کی تالیف کے اسباب بیان کرتے ہوئے مولف لکھتے ہیں۔

> ایک شخص گجراتی نے جس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے کلام معارف نظام کا انکار کرتے ہوئے لب کشائی کی اور اپنے خرافات کے ذریعہ آپ پر سب وشتم کی..وہ اتنا مجہول اور غیر معروف آدمی ہے کہ اس کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے اور نہ کسی عالم کی زبان سے سننے میں آئے۔اس نے اپنی شہرت کی بنیاد اولیاء کاملین کی تنقیص پر رکھی ہے گجراتی نے بارہ ہزار روپے بطور نذرانہ مدینہ منورہ کے ایک عالم سید محمد برزنجی کی خدمت میں ارسال کیے اور حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی بعض عبارات کا عربی ترجمہ کرکے برزنجی صاحب سے فتوئی طلب کیا کہ ایسی باتیں لکھنے والے کے بارے میں اپنی رائے تحریر کریں، برزنجی نے اس عطیہ کو بہت غنیمت جانا اور قدح الزند کے نام سے بہت جدوجہد کے بعد ایک کتاب لکھی جس میں حضرت مجدد الف ثانی کی توہین وتکفیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔جب برزنجی نے مدینہ طیبہ کے قاضی ومفتی سے اس پر مہر تصدیق کی درخواست کی تو وہ ان کی منت سماجت کے باوجود راضی نہ ہوئے تو پھر برزنجی مکہ مکرمہ پہنچے اور

---

[1] زاد المعاد قلمی ہدیہ احمدیہ ۸۷۔ [2] حضرت شیخ محدث کا اعتراضات سے رجوع کرنا اور اس قسم کے دیگر امور کی تفصیلات کیلیے دیکھیے ہمارا مقالہ مشمولہ ارمغان امام ربانی مجدد الف ثانی

Marfat.com

وہاں کے حرم محترم کے مفتی و قاضی سے اس پر تصدیق کے لیے التجا کی تو ان میں سے کسی ایک نے بھی مہر و دستخط نہ کیے اب ناچار انہوں نے غیر معروف ''سوقیوں'' سے اس رسالہ پر مہریں لگوا کر گجراتی کو بھیج دیں۔ اس نے ان شبہات کا ترجمہ کیا اور چند امور کا اس پر اضافہ کر کے خود ایک کتاب مکاشف الاسرار کے نام سے لکھ کر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر ''زشت و تکفیر و تفسیق و اضلال سے اپنے لب و دہان کو آلودہ کیا اس پر طرفہ یہ ہے کہ گجراتی موصوف تصوف سے واقف ہی نہیں تھا مگر وہ اپنے آپ کو عارف سمجھتا تھا وہ صوفیہ کرام کی اصطلاحات سے بھی واقف نہیں تھا۔ چونکہ مولف (مولانا وکیل احمد سکندر پوری) خود نقشبندی ہے اس لیے اس قسم کے سخنان تضلیل و تکفیر کے خلاف لکھنے پر تیار ہوا (انوار احمدیہ ص ۲-۶)

ہمارا قیاس ہے کہ کاشف الاسرار کے مولف گجراتی نے اپنا نام اس لیے ظاہر نہیں کیا کہ اس وقت کا حاکم اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ/۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) خانوادہ نقشبندیہ کا معتقد خاص بلکہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ (ف ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) کا مرید مخلص تھا اگر گجراتی اپنا نام بتاتا تو اس پر حکومت کی طرف سے گرفت کا قوی امکان تھا۔

بہر حال اس وقت یعنی گیارھویں صدی ہجری میں گجرات اور اورنگ آباد (دکن) میں سلسلہ مجددیہ کی مخالفت اپنے پورے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ جس کے اسباب اس سلسلہ کے بزرگ افراد کی معاشرہ میں بے حد توقیر و احترام تھے پھر حکومت کی طرف سے ان کے اعزاز و اکرام نے دیگر علماء و مشائخ کو حسد کا شکار کر دیا تھا۔

شیخ سید محمد بن عبدالرسول برزنجی (۱۰۴۰-۱۱۰۳ھ/۱۶۳۰-۱۶۹۱ء) جو سلسلہ مجددیہ کے عرب مخالفین میں پیش پیش تھے کی اولاد اورنگ آباد آ کر مقیم ہو گئی تھی۔ محمد بن حسن بن عبدالکریم بن محمد برزنجی یعنی برزنجی مذکور کا پڑپوتا عرصہ دراز تک اورنگ آباد میں مقیم رہا، اس نے اپنے دادا کے رسائل کی نقول کر کے انہیں یہاں مشتہر کیا جن کے خطی نسخے اس وقت کتابخانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

Marfat.com

میں ہیں (فہرست بعض کتب نفیسہ قلمیہ جلد دوم ص ۳۳۷۔۳۵۰۔۳۵۶۔۳۶۳)۔

علامہ برزنجی نے حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف ایک مستقل رسالہ الناشرۃ الناجرہ للفرقۃ الفاجرہ عربی میں لکھا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت مجدد الف ثانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا (فہرست محولہ بالا ۲/ ۳۶۳۔۲۲۳ فن کلام)۔

یہ ساری مخالفت جو عربستان میں ہوئی کے محرک سید محمد برزنجی تھے جن کا پورا نام سید محمد بن عبد الرسول بن عبد السید حسنی برزنجی ہے فقہائے شافعیہ میں سے تھے۔ شہرزور میں ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء کو متولد ہوئے ہمدان، بغداد، دمشق، قسطنطنیہ اور مصر میں رہے آخر میں مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء کو فوت ہوئے، کئی کتابوں کے مؤلف تھے۔ ان میں سے حل مشکلات ابن العربی بھی ہے۔ جو انہوں نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کی تھی (الاعلام ۶/ ۲۰۴) اس کتاب سے موصوف کے صوفیانہ رجحان کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں شیخ اکبر ابن عربی کے مکتبہ فکر سے قریبی لگاؤ تھا۔ ہمارا یہ بھی قیاس ہے کہ جب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں شیخ ابن عربی کے مکشوفات اور ان کے نظریہ وحدت الوجود کے خلاف مواد نظر آیا تو وہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حرمین الشریفین میں ان کے شاگرد سے تحصیل کر چکے تھے انہی سید محمد برزنجی کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے مزاج میں کسی قدر خشکی موجود تھی (انفاس العارفین ۱۸۴)

حرمین الشریفین میں افکار حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف یہ مہم حدود ۱۰۹۰۔۱۰۹۶ھ میں ہوئی علامہ محمد بیگ مذکور کا رسالہ عطیۃ الوہاب ۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۳ء میں تالیف ہوا (مقامات مظہری ۲۷۴ طبع دوم) مذکورہ سنین کے دوران اس مخالفت کے آثار ہندوستان میں بھی نمایاں ہوئے اور اورنگ آباد اس کا مرکز بنا رہا۔ سید محمد برزنجی کی اولاد ان دنوں اورنگ آباد میں مقیم اور برزنجی کی تصانیف کی نقول کرنے میں مصروف تھی۔ ان میں سے محمد بن حسن بن عبد الکریم بن محمد برزنجی یعنی برزنجی کا پڑپوتا اپنے پردادا کے رسائل کی کتابت اور اشاعت پر مامور تھا اس نے "العصب الہندی لاستیصال کفریات احمد سرہندی" تالیف ابو علی حسن علی مکی عجیمی (تالیف بسال ۱۰۹۴ھ) کی کتابت ۱۱۵۷ھ کو یہیں اورنگ آباد میں کی تھی اس کا خطی نسخہ کتابخانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ہے (فہرست مخطوطات آصفیہ ۲/ ۳۳۷)

Marfat.com

سید محمد برزنجی کی اپنی تصنیف "قدح الزند وقدح الرمد فی رد جہالات اہل سرہند" کی کتابت بھی اسی مذکورہ پڑپوتے نے ۱۱۷۷ھ کو یہیں کی جس کا خطی نسخہ مذکورہ کتابخانہ میں ہے (ایضاً ۲/۳۵۰)

الکلام المنجی برد ایرادات البرزنجی

مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے علامہ سید محمد البرزنجی کے رسالہ قدح الزند کا عربی میں رد لکھا مؤلف بزرگ اس کے دیباچہ میں وضاحت فرماتے ہیں۔

محمد صالح اورنگ آبادی اور گجراتی اور ان کے متبعین محمد عارف اور عبداللہ سورتی نے حضرت مجدد الف ثانی کے بعض مکاتیب کا عربی ترجمہ کیا جو انصاف سے بہت دور اور محرف تھا انہوں نے یہ ترجمہ سید محمد البرزنجی کو مدینہ منورہ بھیجا اور ان سے ان افکار وخیالات کے حامل شخص کے بارے میں جواب طلب کیا انہوں نے اس کے ساتھ کچھ رقم بھی ارسال کی، جس کے جواب میں علامہ برزنجی نے ایک رسالہ حضرت مجدد الف ثانی کے خیالات کے رد میں لکھا جس میں آپ کو فاسق اور کافر قرار دیا۔اس رسالہ پر انہوں نے مدینہ منورہ کے قاضی اور مفتیوں سے تصدیق کروانے کے لیے ان سے مہر لگانے کی استدعا کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر وہ وہاں سے مکہ مکرمہ گئے تو وہاں بھی یہی معاملہ درپیش ہوا ....اس دوران شیخ نورالدین محمد بیگ[1] (ترک عالم) اس امر کی تحقیق کے لیے حرمین الشریفین آئے..انہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی اصل عبارتوں کے تراجم عربی میں کیے اور بعض علماء کو جب یہ دکھائے گئے تو وہ حیران بھی ہوئے اور اپنے خیالات سے رجوع کرتے ہوئے اپنے

---

[1] شیخ محمد بیگ بن یار محمد بن خواجہ محمد بن موہب بخاری ثم برہانپوری حنفی نقشبندی کی ولادت ۱۰۴۱ھ اور وفات ۱۱۱۰ھ کو ہوئی، کئی کتابوں کے مولف تھے عطیۃ الوہاب مذکورہ کے علاوہ ملحق خلاصۃ السیر (مرتبہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر) طبع ہو چکی ہیں (ہدیۃ العارفین ۲/۲/۲۸۲، ایضاح المکنون ۱/۲۸۲ وبہ بعد، معجم المولفین ۱۱/۲۹۷)

Marfat.com

فتوے واپس لے گئے۔ شیخ محمد بیگ مذکور نے اس ساری صورت حال میں وہ تمام عبارات مکتوبات صحیح عربی میں منتقل کیں اور بہ شکل استفتاء اسے حرمین کے تمام اکابر علماء کی خدمت میں بھیج کر تصویب کروائی، شیخ محمد بیگ کا یہ رسالہ "عطیۃ الوہاب بین الخطاء والصواب" کے نام سے طبع ہو چکا ہے اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے عربی ترجمہ شیخ محمد مراد قازانی مکی رمزی کے حاشیہ پر یہ پورا رسالہ بھی طبع ہوا تھا۔.....

سید محمد برزنجی کی اس کتاب کا رد مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے الکلام المنجی کے نام سے کیا جو اس وقت قارئین کے ہاتھ میں ہے۔ وہ نبیرۂ برزنجی اس کتاب کے ترقیمہ میں مذکورہ کتاب عصب الہندی کے مطالعہ کی باقاعدہ دعوت دیتا ہے۔ سید محمد برزنجی کی ایک اور کتاب الناشرۃ الناجرہ للفرقتہ الفاجرہ بھی ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۳ء کو تصنیف ہوئی تھی۔ اس کے مندرجات بھی بہت ہی پست اخلاقی اور غیر علمی خیالات پر مبنی ہیں۔ کہ ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۳ء کو ہندوستان سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے خیالات یہاں عرب میں پہنچے جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے رسالت کا دعوی کیا تھا۔

"در ۱۰۹۳ھ از ہندستان ضلالات وخیالات شیخ احمد سرہندی بطور استفتاء در دیار عرب رسید کہ او دعوئ رسالت کردہ (فہرست مخطوطات) گویا ان حضرت کی مخالفت اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور غیبت کرنے والوں نے "مجدد الف ثانی" کے مبارک لقب کو "دعوی رسالت" بنا کر پیش کیا تھا۔ اسی کتاب میں سید برزنجی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اس سے پہلے شیخ احمد سرہندی آپ کی اولاد اور خلفاء کے رد میں نو رسالے تصنیف کر چکے ہیں۔ یہ ان کا دسواں رسالہ ہے مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے برزنجی کے ساتھ ہی محمد صالح اورنگ آبادی کی مخالفت کا بھی ذکر فرمایا ہے برزنجی نے خود لکھا ہے کہ مجھ سے پہلے محمد صالح مذکور شیخ احمد سرہندی کے رد میں کئی رسائل لکھ چکا ہے۔ (الناشرۃ، مذکور، خطی بحوالہ فہرست مخطوطات آصفیہ ۲/۳۶۳) ہم نے اورنگ آبادی مذکورہ سنین کی اس مخالفانہ فضا کا قدرے تفصیل سے تذکرہ اپنی کتاب احوال وآثار عبداللہ خویشگی قصوری میں کیا ہے (۱۵۹-۱۶۴)

Marfat.com

ہمیں ان بہت سے مخالفانہ رسائل کے رد میں اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دفاع میں لکھے جانے والے رسائل کی ایک مفصل اور طویل فہرست بنانے کی سعادت بھی نصیب ہو چکی ہے یہ فہرست رسالہ نور اسلام شرقپور کے حضرت مجدد الف ثانی نمبر حصہ دوم میں شامل ہے۔

پیش نظر کتاب الکلام المنجی ایک مقدمہ پانچ مقالات (ابواب) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ حضرت مولف نے مقدمہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مناقب آپ کی تصانیف اور خلفاء کا مختصر مگر بہت ہی جامع تعارف کروایا ہے اس کے بعد گجرات اور دکن وغیرہ میں جو مخالفانہ سرگرمیاں ہوئیں ان کا ذکر ہے پھر کس طرح ایک غیر معرف و مجہول گجراتی نے بارہ ہزار روپے کی رقم جمع کر کے سید محمد برزنجی کے پاس بھیجی اور انہوں نے اس رقم کو غنیمت جانتے ہوئے اس کے سہارے کس طرح حرمین الشریفین میں مخالفت کا آغاز کیا۔ پھر اس دوران ایک ترکستانی عالم شیخ نورالدین محمد بیگ[1] وہاں حاضر ہوئے اور انہوں نے اس مکدر فضا کو کس طرح بدلا اور حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی اصل عبارات کا کامل ترجمہ عربی میں کر کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کیا اور فتوی طلب کیا جس کے بعد اس مخالفت میں کمی واقع ہوئی۔

مولانا سکندر پوری نے باقی پانچ ابواب میں سید محمد برزنجی کے مخالفانہ اقوال کی بہت ہی بھرپور طریقہ سے تردید کی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کو جدید عربی ٹائپ میں کمپوز کر کے ایک مفصل عربی مقدمہ کے ساتھ شائع کیا جائے۔

عزیز دوست جناب محمد عالم مختار حق نے میرے اس مقدمہ کے مواد کو ترتیب دیا اور اس کی پروف ریڈنگ کر کے اسے آسان بنا دیا۔ اس کے لیے راقم ان کا شکر گزار ہے۔

حوزۂ نقشبندیہ کے صدر جناب صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ نے مولانا وکیل احمد سکندر پوری مرحوم کی تینوں کتب در دفاع حضرت مجدد الف ثانی اپنے اسی ادارہ سے شائع کر کے ان کا احیاء کیا ہے۔ جو ایک مثالی علمی و روحانی خدمت ہے۔

دار المورخین، لاہور

۱۵ رفروری ۲۰۰۸ء

محمد اقبال مجددی

Marfat.com

مآخذ مقدمہ

۱۔محمد ادریس نگرامی: تذکرہ علمائے حال (تطیب الاخوان بذکر علماء الزمان) لکھنؤ ۱۸۹۷ء

۲۔عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج ۸ طبع عکسی، کراچی

۳۔امیر احمد فاروقی: مولانا وکیل احمد سکندر پوری، مقالہ مشمولہ بصائر، کراچی، جنوری ۱۹۶۷ء

۴۔عبدالمجید کاتب: سمات الاخیار، جونپور ۱۳۴۴ھ

۵۔کاظم ہاشمی: حضرت آسی غازی پوری، حیات اور شاعری، پٹنہ ۱۹۸۴ء

۶۔آسی، عبدالعلیم ظہورالحق غازی پوری: عین المعارف مرتبہ شاہد علی رشیدی، کراچی ۱۹۸۸ء

۷۔عبدالحلیم فرنگی محلی: نورالانوار حاشیہ قمر الاقمار، دہلی ۱۳۲۳ھ

۸۔محمد رضا انصاری: ایک ذہین مصنف، مقالہ مشمولہ نذر مقبول، جونپور، ۱۹۷۰ء

۹۔وکیل احمد سکندر پوری: انوار احمدیہ، ہدیہ مجددیہ، الکلام المنجی، دہلی ۱۳۱۱ھ

۱۰۔صفر احمد معصومی: مقامات معصومی تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۴ء

۱۱۔غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۱ء (طبع دوم)

۱۲۔فہرست مشروح بعضی کتب نفیسہ قلمیہ کتابخانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۵۷ھ

۱۳۔صدیق حسن خان، نواب: ابقاء المنن بالقاء المحن، بھوپال ۱۳۰۵ھ

۱۴۔ضیاء محمد یعقوب: اکمل التاریخ، بدایوں، ۱۹۱۶ء

۱۵۔ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: انفاس العارفین، دہلی ۱۳۳۳ھ

۱۶۔زرکلی، خیر الدین: الاعلام، بیروت ۲۰۰۵ء

۱۷۔محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، لاہور ۱۹۷۲ء

۱۸۔علی شیر خان: اردو ادب کے ارتقاء میں غازی پور کی خدمات، غازی پور، ۱۹۹۸ء

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین

حضرت میاں

نقشبندی مجددی

غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف ثانی لاثانی

کا سالانہ

ختم مبارک

ہر سال 17، 18 اکتوبر کو
شرقپور شریف میں منعقد ہوتا ہے

اہل اسلام سے اپیل ہے صفر المظفر کا پورا مہینہ ملک کے گوشے گوشے میں یوم حضرت مجدد الف ثانی منایا جائے

حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

کا سالانہ

ختم مبارک

ہر سال 27، 28 صفر المظفر کو
شرقپور شریف میں منعقد ہوتا ہے

شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

زیر اہتمام

بانی تحریک یوم مجدد صاحبزادہ میاں

جمیل احمد شرقپوری

نقشبندی، مجددی

فخر المشائخ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ
شیر ربانی شرقپور شریف

Ph : 056-2591054-2590791
Mobile : 0300-4243812

Marfat.com

زیر سرپرستی

فخر المشائخ حضرت

میاں جمیل احمد

شرقپوری نقشبندی مجددی

مختلف رفاہی ادارے

دار المبلغین حضرت میاں صاحبؒ برائے طلباء

شیر ربانیؒ فری ڈسپنسری

فری سفری شفاخانہ

جامعہ شیر ربانیؒ برائے طالبات

(جس میں ایکسرے، ای سی جی، ایمبولینس وغیرہ کا اہتمام ہے)

شب و روز خدمت خلق انجام دے رہے ہیں

اہل ثروت حضرات و خواتین سے التماس ہے کہ وہ ان اداروں کی سرپرستی فرما کر ان کو مضبوط کریں

قربانی کے موقع پر کھالیں اور گندم میں عشر نکالتے وقت دار المبلغین حضرت میاں صاحب شرقپور شریف میں حصہ ڈالنا نہ بھولیے

نوٹ: شرقپور شریف سے دور رہنے والے علاقوں کے لوگ کھالیں اور عشر کا حصہ بیچ کر دار المبلغین میں نقد صورت میں جمع کروا کر ثواب دارین حاصل کر سکتے ہیں

آپ اپنے عطیات دار المبلغین حضرت میاں صاحبؒ کے اکاؤنٹ نمبر 4-626 برانچ نیشنل بنک شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان میں جمع کروا سکتے ہیں

الداعیان

صاحبزادہ
میاں خلیل احمد
شرقپوری نقشبندی مجددی

صاحبزادہ
میاں جلیل احمد
شرقپوری نقشبندی مجددی

صاحبزادہ
میاں ولید احمد جواد

5864

آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ (پ

0300-4243612

Marfat.com